محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
وادیٔ مرجان
اشتیاق احمد
167
Atlantis
Publications

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے
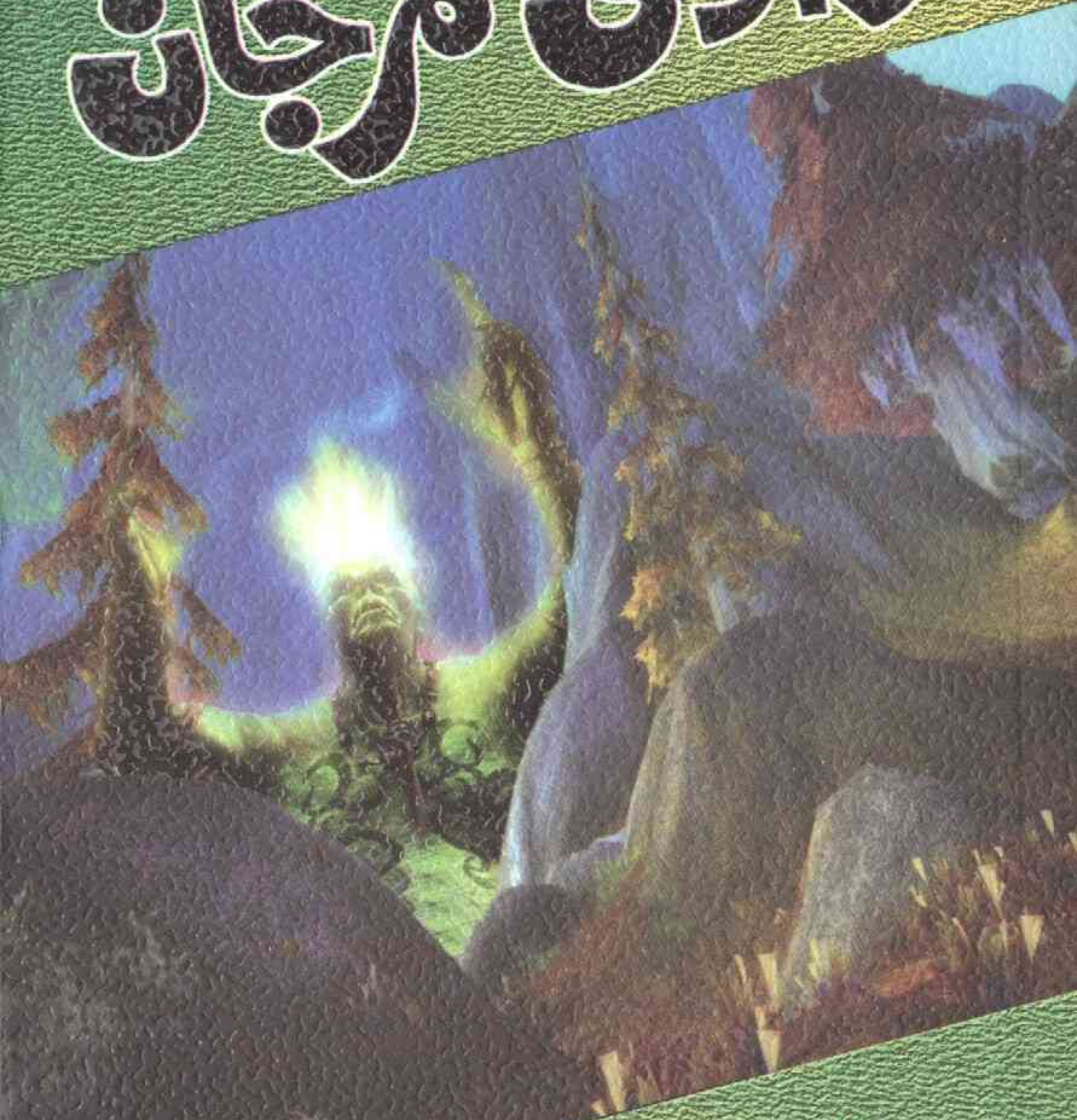
وادیٔ مرجان

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول: **وادیٔ مرجان**

نمبر: انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 166

پبلشر: فاروق احمد

ISBN 978-969-601-XXX-X

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 [illegible] B-16 [illegible]
0300-2472238, 32578273, 34268800
atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

السلام علیکم!

یہ ناول پڑھ کر آپ میں سے ہر ایک، ایک خط مجھے ضرور لکھے... ہر خط میں ایک سوال ہوگا ... میں جانتا ہوں وہ سوال کیا ہوگا ... یہ بھی جانتا ہوں، مجھے کیا جواب دینا پڑے گا، لہٰذا آپ بھی خط لکھنے سے پہلے ہی جان لیجیے کہ جواب کیا ہوگا ... الجھنے کی ضرورت نہیں ... ناول پڑھنے کے بعد دو باتیں کی یہ سطور آپ کے ذہن میں واضح ہوجائیں گی ... یوں کہہ لیں، اس ناول کی کہانی ایک اہم ضرورت ہے، یا پھر ایک خواب ہے، جو میں نے ہی نہیں، نہ جانے کتنے لوگوں نے دیکھا ہے، لیکن ابھی تک اس کی تعبیر سامنے نہیں آئی ۔ کاش، ہم بہت جلد اس کی تعبیر دیکھ لیں ... ہم جس خوف ناک سازش کا شکار ہیں، وہ روز روشن کی طرح ہمارے سامنے ہو، آمین!

ان دو باتیں میں مزاح نام کی کوئی چیز آپ کو نظر نہیں آئی ہوگی، لیکن یہ سسپنس فل ضرور ہیں، چلیے کچھ تو ہیں ... انہوں نے آپ کو بے چین تو کر ہی دیا ہوگا اور آپ ناول پڑھنے کے لیے بے تاب تو ہو ہی گئے ہوں گے ... اور میں بھلا کیا چاہ سکتا ہوں۔

دلچسپ پروگرام

'' سنو بھئی ! میں نے ایک پروگرام بنایا ہے ...'' فرزانہ نے ہاتھ ہلایا۔

'' تمہارا کیا ہے، تم تو پروگرام بناتی ہی رہتی ہو ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' اور میرے مقابلے میں تم ہمیشہ منہ بنایا کرتے ہو، لہٰذا میں تم سے نہیں، محمود سے کہہ رہی ہوں ...'' فرزانہ جل کر بولی۔

'' لیکن ... جملہ کہتے وقت تمہارا منہ ہم دونوں کی طرف تھا ...'' فاروق نے اعتراض کیا۔

'' اچھا ... میرے منہ سے غلطی ہوئی تھی، اسے معاف کر دو ، ہاں محمود ... کیا تم میرا پروگرام سننے پر آمادہ ہو ... واضح رہے کہ پروگرام بہت دلچسپ ... سنسنی خیز اور ہنگامہ آراء ہے، اس میں مزاح بھی ہوگا ... اور پروگرام کی سب سے بڑی خوبی یہ کہ اس میں انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل بھی شامل ہوں گے۔''

"اوہو ... تب تو میں پروگرام کی تفصیلات ضرور سنوں گا ..." خوش ہو کر بولا۔

"ان حالات میں تو میں بھی سنے بغیر نہیں رہ سکوں گا ..." فاروق بول اٹھا۔

"اور ابھی تم کیا کہہ رہے تھے ..." فرزانہ جھلا کر اس کی طرف مڑی۔

"میرا دماغ چل گیا تھا، زبان پھسل گئی تھی ..." وہ جلدی سے بولا ... فرزانہ مسکرا اٹھی اور بولی:

"اچھا خیر ... اب تفصیلات سنو ... بلکہ سنو نہیں ... آؤ ... اس پر عمل شروع کردیں۔"

"کک ... کیا مطلب ... سنے بغیر عمل شروع کردیں، یہ کس طرح ہوسکتا ہے، بھئی تمہارے ذہن میں تو پروگرام کی تفصیلات ہیں، لہٰذا عمل کے میدان میں کود سکتی ہو ... ہم دونوں کیا کریں گے ... بس ٹامک ٹوئیاں ہی مار سکیں گے ..." محمود نے منہ بنایا۔

"اس طرح لطف اور بھی زیادہ رہے گا ..." اس نے کہا، جلدی سے اٹھی اور باورچی خانے کے دروازے پر آئی:

"امی جان ... ذرا ہم انکل خان رحمان کے ہاں جا رہے ہیں، وہاں سے ہم پروفیسر انکل کے ہاں بھی جائیں گے، اس لیے اُمید ہے کہ ایک ڈیڑھ گھنٹے تک واپسی ہوگی۔"

"یہ یکایک ان جگہوں پر جانے کی کیا سوجھ گئی ..." انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ ہمیں جو بھی سوجھتی ہے، یکایک سوجھتی ہے، ایسا تو کبھی آج تک ہوا ہی نہیں کہ جو سوجھے، آہستہ آہستہ سوجھے ..." فاروق آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"اچھا بابا ... جاؤ ... تمہاری تم ہی جانو ..." انہوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"امی جان ... آج تو آپ فاروق کے بھی کان کاٹ گئیں ..." محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"نن ... نہیں تو ..." وہ بوکھلا اُٹھیں۔

"میرا مطلب ہے ... منہ بنانے کے سلسلے میں ..." محمود مسکرایا۔

"چلو بھاگو ... شریر کہیں کے ..." انہوں نے ہنس کر کہا ... تینوں گھر سے نکلے، موٹر سائیکلوں پر بیٹھے اور خان رحمان کی طرف روانہ ہوگئے۔

"اگر تم ہمیں تھوڑی بہت تفصیل بتا دیتیں تو بہتر تھا ... ہم الجھن کا شکار نہ رہتے۔"

"اب دیر ہی کتنی ہے انکل کے گھر پہنچنے میں۔"

"اچھا خیر ... جیسے تمہاری مرضی ... لیکن اسے لکھ لو ... اگر کبھی میں نے کوئی پروگرام بنایا تو میں بھی یہی سلوک کروں گا ..." محمود نے جل

بھن کر کہا۔

'' اور میں بھی ...'' فاروق نے فوراً کہا۔

'' مشکل ہے... پروگرام تم دونوں کے ذہنوں میں آتے ہی کب ہیں ... پروگراموں کو تو تمہارے ذہنوں سے گویا خدا واسطے کا بیر ہے...''

فرزانہ مسکرائی۔

'' توبہ ہے ... آج کہیں محاورات کا دن تو نہیں، گفتگو میں بے مہار اونٹ کی طرح چلے آرہے ہیں ...'' محمود بولا۔

'' چلو آنے دو ، ہمارا کیا جاتا ہے ...'' فاروق بولا۔

'' دعا کرو ... انکل مل جائیں ...'' فرزانہ بولی۔

'' آج تک تو ایسا ہوا نہیں، ہم گئے ہوں اور وہ نہ ملے ہوں، پہلی بار یہ خیال تمہیں آیا ہے ... خدا خیر کرے ...'' فاروق نے اس کی طرف دیکھا۔

'' سامنے دیکھو ... ایکسیڈنٹ کرانے کا ارادہ ہے ... یاد رہے ... اس صورت میں ہم پروگرام پر عمل نہیں کرسکیں گے ...'' فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

'' اب میں اتنا بھی اناڑی نہیں ...'' فاروق نے اسے گھورا۔

خان رحمان کے دروازے پر پہنچ کر محمود نے گھنٹی بجائی ... چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ کھلا اور ظہور کی بیوی سلمیٰ کا چہرہ دکھائی دیا۔

'' خیر تو ہے آنٹی ... آج آپ کو دروازہ کیوں کھولنا پڑ گیا۔''

'' وہ بے چارے تو پھنسے ہوئے ہیں بُری طرح ...'' اس نے مسمسی صورت بنائی۔

'' کک، کیا مطلب ... کون بُری طرح پھنسے ہوئے ہیں؟''

'' ظہور صاحب ... پورا ایک گھنٹا ہوگیا کان پکڑے ... تین بار تو فرش پر لڑھک چکے ہیں۔''

'' اوہ، لیکن یہ سزا انہیں دی کس خوشی میں جا رہی ہے ؟'' فاروق نے جلدی سے پوچھا۔

'' تم بھی عجیب ہو، سزا بھی کہیں کسی خوشی میں دی جاتی ہے ...'' محمود جھنجھلا اُٹھا۔

'' خیر خیر ... تو آنٹی ... یہ سزا کس غم میں دی جا رہی ہے؟'' فاروق نے جل کر کہا۔

'' دھت تیرے کی ...'' محمود نے بھنا کر ران پر ہاتھ مارا۔

'' کار کا دایاں حصہ ایک کھمبے سے ٹکرا دیا تھا ... اور ایسا انہوں نے کتے کے ایک پلّے کو بچانے کے لیے کیا، لیکن وہ پھر بھی نہ بچ سکا اور کار کے نیچے آ کر مر گیا۔

'' اوہ ! یہ تو بہت بُرا ہوا ... تو خان صاحب نے انکل ظہور کو سزا اس لیے دی ہوئی ہے کہ کار کھمبے سے ٹکرا گئی ...'' محمود حیران ہو کر بولا۔

'' جی نہیں ... ان کا کہنا ہے کہ پلّا کیوں زد میں آیا ... اسے

بچانے کے لیے پوری کار ہی کیوں نہ تباہ ہوجاتی ... وہ ظہور کو ایک لفظ نہ کہتے۔''

'' کیا اس وقت خان صاحب خود بھی کار میں بیٹھے تھے؟'' فاروق بولا۔

'' نن ... نہیں ... وہ کار کا تیل بدلوانے گئے تھے۔''

'' تب خان صاحب کو حادثے کے بارے میں کس طرح پتا چلا۔''

'' انہوں نے ہی آکر بتایا۔''

'' ہوں ... چلیے خیر ... ہم انہیں چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں ...'' محمود نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

'' مشکل ہے ... آج وہ بہت غصے میں ہیں ... حامد، سرور، ناز اور بیگم صاحبہ کی سفارشیں رد کرچکے ہیں۔''

'' کوئی بات نہیں ... ہم کوشش ضرور کریں گے ...'' فرزانہ نے کہا۔

وہ اس کے ساتھ چلتے صحن میں آئے ... یہاں گھر کے سبھی افراد جمع تھے ... درمیان میں ظہور مرغا بنا کھڑا تھا ... سب ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہے تھے، خان رحمان ایک اسٹول پر بیٹھے تھے ... ان پر نظر پڑتے ہی بولے:

'' بہت اچھے موقعے پر آئے ... آج اس ظہور کے بچے کی درگت

بنتے تم بھی دیکھو، لیکن اس کی سفارش کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا، منظور نہیں کروں گا۔''

'' ہمیں ضرورت بھی کیا ہے سفارش کرنے کی ...'' محمود بولا ... فاروق اور فرزانہ نے حیران ہوکر اس کی طرف دیکھا۔

'' کیا کہا ... ضرورت کیا ہے سفارش کرنے کی ...'' خان رحمان حیران ہوکر بولے۔

'' جی ہاں بالکل ... آپ سزا دے رہے ہیں تو کسی بات پر ہی تو دے رہے ہوں گے ... بلاوجہ تو سزا دینے سے رہے۔''

'' اور کیا ... غضب خدا کا ... کتے کے ایک پلے کو گاڑی کے نیچے کچل دیا ... اب میں قیامت کے دن کیا جواب دوں گا، اپنے اللہ کو ...'' وہ بولے۔

'' ہاں واقعی ... یہ بہت ٹیڑھا مسئلہ ہے، لیکن اس کا تو بہتر حل یہ ہے کہ کسی مولوی صاحب کو بلا کر ان سے پوچھا جائے کہ کیا کرنا چاہیے... انکل ظہور کو سزا دینے سے تو آپ کا بوجھ ہلکا نہیں ہوگا ... بلکہ اس طرح تو بوجھ اور زیادہ ہوجائے گا۔''

'' کک ... کیا کہا ... بوجھ اور زیادہ ہوجائے گا ... وہ کیسے؟''

'' انکل ظہور نے پلے کو جان بوجھ کر نہیں مارا ... وہ تو اچانک بیچ سڑک آگیا ہوگا ... انہوں نے تو اسے بچانے کی پوری کوشش کی، جس کا ثبوت یہ ہے کہ کار کھمبے سے جاٹکرائی ... لہٰذا اس طرح تو ایک بے گناہ

کو سزا مل رہی ہے اور آپ پر بوجھ بدستور موجود ہے۔''

'' اوہ ... بات تو ٹھیک ہے ... اچھا ظہور ... کان چھوڑ دو ... فوراً مولوی کرم دین صاحب کے پاس جاؤ ... یہ مسئلہ ان کے سامنے رکھو اور جو وہ کہیں کر ڈالو ... میں ذرا ان لوگوں سے نبٹتا ہوں۔''

'' جی کیا فرمایا ... نبٹتے ہیں ...'' فاروق بوکھلا اُٹھا۔

'' مطلب یہ کہ بات کرتا ہوں ...'' انہوں نے جلدی سے کہا۔

'' انکل بات دراصل یہ ہے کہ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔''

'' لینے آئے ہیں ... کہاں جانے کا پروگرام ہے۔''

'' پروگرام بہت لمبا چوڑا ہے ... بس آپ اُٹھ جائیے۔''

'' لمبے چوڑے پروگرام مجھے ہمیشہ پسند آتے ہیں ... لو اُٹھ گیا ... کیا باقی لوگوں کو بھی ساتھ لے جانا ہے۔''

'' ابھی نہیں ... پہلے پروگرام طے کریں گے ... ان لوگوں کو شامل کرنے کا پروگرام بنا تو انہیں بھی لے لیں گے۔''

'' کیوں بھئی ... حامد تم لوگوں کو یہ برا تو نہیں لگے گا ...'' خان رحمان ان کی طرف مڑے۔

'' جی نہیں ... یوں بھی ہمارا آج کچھ اور پروگرام ہے ... ہمیں تو آپ نہ ہی شامل کریں تو اچھا ہے ...'' حامد نے فوراً کہا۔

'' چلو خیر ... یونہی سہی ...'' محمود نے کہا۔

خان رحمان انہیں لے کر باہر نکلے اور کار میں بیٹھتے ہوئے بولے:

'' ہاں، اب بتاؤ ... کیا پروگرام ہے ... کہاں چلنا ہے؟''

'' پروفیسر انکل کے ہاں چلیے ... وہیں پروگرام کی تفصیلات پیش کی جائیں گی ...'' محمود بولا۔

'' اوہو ... بہت پُراسرار بن رہے ہیں ... معلوم ہوتا ہے ... کوئی بہت ہی خاص پروگرام بنا کر لائے ہو ...'' وہ بولے اور کار آگے بڑھ گئی۔

'' جی ہاں ... کچھ ایسی ہی بات ہے ...'' محمود نے کہا۔

'' فاروق ... فرزانہ ... تم کیوں خاموش ہو۔''

'' بولیں کیا خاک ... ابھی تو پروگرام کی ہوا تک ہمیں نہیں لگی ...'' فاروق جل کر بولا۔

'' کک ... کیا مطلب۔''

'' پروگرام فرزانہ کے ذہن میں آیا ہے اور ابھی باہر نہیں نکلا۔''

'' اوہ ... تب تم لوگ اس کے ساتھ کیسے چلے آئے؟'' انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

'' جس طرح آپ ہمارے ساتھ چلے آئے ...'' فاروق بولا۔

'' اوہ ہاں ... یہ بھی ٹھیک ہے ...'' وہ مسکرائے۔

تجربہ گاہ کے دروازے پر اُتر کر محمود نے گھنٹی کا بٹن دبایا ... فوراً ہی دروازہ کھلا ... اور پروفیسر داؤد کی چہکتی آواز سنائی دی:

'' آہا ... تم لوگ ہو ... بھئی کیسے بھول پڑے۔''

'' جی نہیں تو انکل ... بھول تو نہیں پڑے ... جان بوجھ کر آئے ہیں ... ثبوت کے طور پر انکل خان رحمان ہمارے ساتھ ہیں ...'' فرزانہ شوخ انداز میں مسکرائی۔

'' آؤ آؤ ... میں ذرا چہل قدمی کر رہا تھا ...'' انہوں نے راستہ دیا۔

'' پروفیسر صاحب ... فرزانہ نے کوئی پروگرام بنایا ہے ... ہم سب یہاں اس کے پروگرام کی تفصیلات سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔'' خان رحمان نے کہا۔

'' بڑی خوشی کی بات ہے ... ان دنوں میں فرصت کے لمحات گزار رہا ہوں ...'' وہ بولے۔

'' تو پھر سنیے ... پروگرام یہ ہے کہ ہم سب ... یعنی ابا جان سمیت کسی تفریحی مقام پر چلتے ہیں ... ہماری بھی ان دنوں چھٹیاں ہیں ... اس وقت تک ہوتا یہ آیا ہے کہ جب بھی ہم کسی تفریحی مقام پر گئے ... نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی نہ کوئی جاسوسی چکر شروع ہوگیا ... اور ہماری تفریح دھری کی دھری رہ گئی، لیکن اس مرتبہ ہم جائیں گے ہی اس نیت سے کہ کسی نہ کسی معاملے میں خود کو اُلجھانا ضروری ہے اور جائیں گے بھی میک اَپ میں ... یعنی خود کو ظاہر ہرگز نہیں کریں گے، حالات چاہے کچھ بھی ہوں ... کہیے کیا خیال ہے ... دلچسپ رہے گا نا پروگرام۔''

'' لیکن اگر ہمیں کسی معاملے سے واسطہ نہ پڑا ...'' محمود نے

اعتراض کیا۔

'' تو اور بھی اچھی بات ہے ... ہماری دیرینہ خواہش پوری ہو جائے گی ...'' فرزانہ مسکرائی۔

'' میرے خیال میں تو پروگرام واقعی بہت دلچسپ ہے ... اب سوال یہ ہے کہ شائستہ، حامد، سرور اور ناز وغیرہ کو ساتھ لے جایا جائے یا نہیں۔''

'' شائستہ تو نہیں جاسکے گی ... وہ تو اپنی کسی سہیلی کے ہاں گئی ہوئی ہے اور آٹھ دس روز سے پہلے نہیں لوٹے گی۔''

'' حامد وغیرہ بھی نہیں جا رہے ... لہٰذا صرف ہم ہی چلیں گے ... لیکن کیا جمشید سے بات کر لی گئی ہے ...'' پروفیسر داؤد بولے۔

'' جی نہیں ... ان سے بات آپ دونوں کریں گے ... یہی تو ٹیڑھا مسئلہ ہے۔''

'' خیر خیر ... تم فکر نہ کرو ... اس کے تو فرشتے بھی تیار ہوں گے۔''

'' تو پھر کیا ہم چلیں ... کیونکہ ابا جان گھر پہنچ چکے ہوں گے ...'' محمود بولا۔

'' ہاں، ٹھیک ہے۔''

خان رحمان کی کار میں لد کر وہ واپس پہنچے ... موٹر سائیکلیں تو پہلے ہی خان رحمان کے ہاں چھوڑ دی گئی تھیں ... جونہی محمود نے گھنٹی

بجائی ... دروازہ کھلا اور انسپکٹر جمشید بوکھلا کر بولے:

" ارے باپ رے ... مجھے تو سازش کی بو محسوس ہو رہی ہے ... ضرور آپ سب نے مل کر میرے خلاف کوئی ہولناک سازش کی ہے۔"

" ارے نہیں بھئی ... ہم نے تو دراصل ایک پروگرام بنایا ہے ..." خان رحمان بولے۔

" آؤ آؤ ... اندر چل کر بات کرتے ہیں۔"

وہ انہیں صحن میں لے آئے ... بیگم جمشید بھی اس وقت تک باہر نکل آئی تھیں ... انہیں دیکھتے ہی بولیں:

" خدا کا شکر ہے ... آپ لوگوں کی بھی شکلیں نظر آئیں ... تشریف رکھیں ... میں چائے لاتی ہوں۔"

" بالکل ٹھیک بیگم ..." انسپکٹر جمشید بولے اور میز پر پڑا زرد رنگ کا لفافہ اٹھا لیا۔

" یہ لفافہ کیسا ہے ابا جان؟"

" دفتر سے لے کر آیا ہوں ... اس میں کچھ کاغذات ہیں ... ان کا مطالعہ دفتر میں کر چکا ہوں، گھر میں ایک بار پھر کروں گا ... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ لوگوں کا پروگرام نہیں سنوں گا۔"

" بہت بہت شکریہ ابا جان ..." فرزانہ بولی۔

" تو پروگرام تمہارا ترتیب دیا ہوا ہے ..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" جج ... جی !... جی ہاں۔"

" خیر ... کوئی بات نہیں ... تفصیلات سناؤ ..." انہوں نے کہا۔

فرزانہ نے ڈرے ڈرے انداز میں تفصیلات سنا دیں، اسے ڈر تھا، اس کے خاموش ہوتے ہی وہ کہہ اٹھیں گے ... اس پروگرام میں کیا نیا پن ہے، لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت بڑھی کہ اُنہوں نے مسکرا کر سب کو دیکھا اور بولے:

" میں خود بھی اس قسم کا کوئی پروگرام ترتیب دینے کے چکر میں تھا، چلو اچھا ہوا ... یہ کام فرزانہ کر گئی ... ہم کل یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

" لیکن ابا جان ... ابھی ہم نے جگہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔"

" تم فکر نہ کرو ... جگہ میرے ذہن میں ہے۔"

" بھئی واہ ... اس سے اچھی بات بھلا کیا ہوگی ..." فرزانہ بولی۔

" ٹھیک ہے ... ہم تیاری شروع کر دیتے ہیں ... حلیے تبدیل کرنا کافی لمبا کام ہے اور پھر صبح کی پرواز کے ٹکٹ بھی حاصل کرنا ہوگا گے۔"

" آپ نے بتایا نہیں ... ہم کہاں جائیں گے؟"

" وادیٔ مرجان ... سنا ہے، بہت پر فضا قصبہ ہے ..." انہوں نے کہا۔

" وادیٔ مرجان ..." ان سب کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں

نکلا۔

'' ہاں کیوں ... کیا میں نے کسی عجیب جگہ کا نام لے دیا ...'' وہ بولے۔

'' عجیب تو خیر وہ جگہ ضرور ہے ... اس کے بارے میں عجیب و غریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔''

'' آج تک تو صرف سننے میں آتی رہیں، اب ہم خود وہاں گھوم پھر کر جائزہ لیں گے۔''

'' چلیے ٹھیک ہے ... اگر آپ کو یہی جگہ پسند ہے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں ...'' فاروق نے کندھے اچکائے۔

'' یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے ابا جان ... جیسے آپ ہم سے بھی پہلے وادیٔ مرجان جانے کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے۔''

'' نہیں بھئی ... ایسی بات تو خیر نہیں ہے ... ہاں، تم لوگوں کا پروگرام سننے کے بعد ضرور میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ ہم اس سے پہلے وہاں کبھی نہیں گئے ... یہ پروگرام کسی بالکل نئی جگہ ہی لطف دے سکتا ہے۔''

'' بہت خوب ... تو پھر حلیوں کی تبدیلی کا کیا پروگرام ہے۔''

'' یہ کام رات کو کیا جائے گا ... صبح سویرے ہم روانہ ہوجائیں گے۔'' انہوں نے کہا۔

دوسرے دن وہ وادیٔ مرجان کے ایئر پورٹ پر اتر رہے تھے ...

ان سب کے حلیے اس حد تک تبدیل ہوچکے تھے کہ کوئی قریبی عزیز بغور دیکھنے پر بھی نہیں پہچان سکتا تھا۔

ٹیکسی سٹینڈ سے انہوں نے دو ٹیکسیاں لیں اور ایئر پورٹ کے احاطے سے باہر نکلے ... ابھی پانچ منٹ ہی چلے ہوں گے کہ ٹیکسیوں کی لائن رکی نظر آئی:

'' کیا بات ہے بھئی ...'' انسپکٹر جمشید بولے ... وہ محمود اور فاروق کے ساتھ اگلی ٹیکسی میں تھے۔

'' چیکنگ کے لیے رکنا ہوگا ... ہاں ... اگر آپ کے پاس یہاں کے حکام کا خصوصی اجازت نامہ ہے تو ہم اس لائن سے نکل کر آگے جاسکتے ہیں۔''

'' نہیں ... ہمارے پاس کوئی اجازت نامہ نہیں ہے ...'' انہوں نے کہا اور واقعی اس وقت تھا بھی نہیں، اگر ہوتا تو بھی ... پروگرام کے مطابق وہ پیش نہیں کرسکتے تھے۔

'' خیر کوئی بات نہیں ... بس صرف چند منٹ لگیں گے ... آپ اپنے کاغذات نکال لیں۔''

'' کاغذات۔'' وہ بولے۔

'' ہاں کیوں ... کیا آپ کے پاس کاغذات نہیں ہیں۔''

'' کاغذات تو خیر ہیں، لیکن یہ چیکنگ آخر کس لیے ہے ... ہم کسی غیر ملک میں تو نہیں ہیں ... وادیٔ مرجان آخر ہمارے ملک کا ہی

ایک حصہ ہے۔''

''اس میں کوئی شک نہیں ... یہ ہمارے ملک کا ہی ایک حصہ ہے، لیکن یہاں کے قوانین ذرا سخت ہیں۔''

''وہ کیوں ... قانون تو پورے ملک کا ایک ہے ...'' انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

''یہ تو آپ حکام سے پوچھیں ... میں تو صرف ایک ٹیکسی ڈرائیور ہوں ...'' اس نے منہ بنایا۔

''ہوں، ٹھیک ہے۔''

''کیا بات ہے جمشید؟'' پیچھے سے خان رحمان بولے۔

''کچھ نہیں خان رحمان ... یہاں ذرا چیکنگ ہوگی۔''

''اوہ اچھا ...'' ان کے منہ سے نکلا۔

چیونٹی کی رفتار سے ٹیکسیوں کی لائن چیکنگ کی جگہ کی طرف رینگتی رہی ... آخر خدا خدا کرکے ان کی باری آئی۔

''کاغذات دکھایئے ...'' سنہری فریم کی عینک والے ایک باوردی پولیس آفیسر نے ان سے کہا۔

''جی بہتر ... لیجیے ...'' انہوں نے کہا اور نئے حلیوں والے کاغذات اس کی طرف بڑھا دیے، انسپکٹر جمشید کبھی کچا کام نہیں کرتے تھے، رات ہی رات میں انہوں نے کاغذات بھی تیار کرا لیے تھے، پولیس آفیسر نے کاغذات کو بغور دیکھا اور پھر واپس کرتے ہوئے بولا:

''ٹھیک ہے ... آپ لوگ۔''

ابھی اس کے الفاظ درمیان میں تھے کہ اس کی وردی کی جیب پر لگا سرخ رنگ کا ننھا سا بلب جلنے بجھنے لگا ... وہ چونک اٹھا اور جلدی سے بولا:

''معاف کیجیے گا ... آپ لوگوں کو خصوصی چیکنگ کے لیے لائن سے نکل کر بائیں طرف جانا ہوگا۔''

''جی بہتر ... چلو بھئی ...'' انہوں نے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی بائیں طرف نکال لی ... اتنی دیر میں خان رحمان والی ٹیکسی آفیسر تک پہنچ چکی تھی، وہ فوراً بولے:

''ہم لوگ بھی ان کے ساتھی ہیں۔''

''ٹھیک ہے ... آپ لوگ بھی اسی طرف جایئے۔''

ان کی ٹیکسی بھی مڑ گئی ... انہوں نے دیکھا ... اس طرف صرف انہی کی ٹیکسیاں بھیجی گئی تھیں ... ان سے آگے کوئی ایک ٹیکسی بھی نہیں تھی:

''یہ کیا چکر شروع ہوگیا ...'' محمود بڑبڑایا۔

''خاموش رہو ...'' انسپکٹر جمشید نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

اس نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھا اور ہونٹ مضبوطی سے بند کر لیے۔

سڑک کے بائیں طرف انہیں ایک کمرہ نظر آیا ... اس کے باہر لوہے کے ایک پائپ کے ذریعے راستہ بند کیا گیا تھا، دونوں ٹیکسیاں

پائپ سے چند فٹ دُور رک گئیں ... کمرے کے دروازے پر چار باوردی پولیس والے کھڑے تھے۔

'' ٹیکسیوں کے انجن بند کر دو ... آپ لوگ نیچے اُتر کر اس کمرے میں داخل ہوجائیے ...'' ان میں سے ایک نے حکم دینے کے انداز میں کہا۔

'' آخر یہ کیا ہورہا ہے؟'' انسپکٹر جمشید نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

'' چیکنگ ...'' مختصر جواب دیا گیا۔

آخر وہ اس کمرے میں داخل ہوئے ...ٹیکسی ڈرائیوروں کو ٹیکسیوں میں رہنے دیا گیا ... یہاں ایک بڑی میز کے پیچھے سبز وردی میں ملبوس ایک بھاری بھرکم آدمی بیٹھا تھا:

'' اپنے کاغذات دکھائیے۔''

'' ضرور ... کیوں نہیں ... ہم پہلی مرتبہ اس وادی میں آئے ہیں... اس چیکنگ کا مقصد ہماری سمجھ میں نہیں آیا ...'' انسپکٹر جمشید نے کاغذات دیتے ہوئے کہا

'' ابھی بتا دیا جائے گا ...فکر نہ کریں ... باہر سے آنے والے ہر شخص کے کاغذات یہاں ضرور چیک کیے جاتے ہیں، تاکہ قصبے میں کوئی غلط آدمی داخل نہ ہونے پائے ...'' اس نے ان کے کاغذات پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

اچانک اس کمرے کی دیوار پر لگا ایک سرخ رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا ... پولیس آفیسر نے چونک کر بلب کی طرف دیکھا، پھر بولا:

'' آپ لوگوں کا تفصیلی معائنہ کیا جائے گا۔''

'' یا اللہ رحم ... آخر ہم نے کیا کیا ہے ... بس یہی نا کہ اپنے شہر سے اس وادی کی سیر کرنے آگئے۔''

'' یہ بات نہیں ... سیر کرنے تو یہاں کوئی بھی آسکتا ہے، لیکن کاغذات درست ہونے چاہئیں، اگر آپ لوگوں کے کاغذات درست ہوتے تو یہ سرخ بلب کبھی نہ جلتا بجھتا۔''

'' پھر ... اب آپ کیا کریں گے۔''

'' پوری طرح چیکنگ ... آپ لوگ کون ہیں ... کہاں سے آئے ہیں ... کیا ارادہ لے کر آئے ہیں۔''

'' ہمارے ملک کے کسی بھی حصے میں ملک کے لوگوں کی اس طرح چیکنگ نہیں کی جاتی ... آخر اس کی کیا وجہ ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' اس وادی کے تقاضے اور ہیں ... فی الحال آپ اپنے سوالات کو بھول جائیے ... میرے سوالات کے جواب دیجیے ... ہاں تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ کون ہیں؟''

'' ہم انسان ہیں۔''

'' مذہب کیا ہے آپ لوگوں کا؟''

'' اسلام ... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ...'' محمود نے بُرا سا

منہ بنایا۔

" اپنے نام بتایئے۔"

" میں جمشید ہوں ... یہ خان رحمان ہیں ... یہ داؤد احمد ہیں ... اور یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں ..." انہوں نے تعارف کرایا، نئے کاغذات پر یہی نام درج تھے۔

" یہاں کیوں آئے ہیں؟"

" گھومنے پھرنے ... ملک کا یہ قصبہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ... سوچا ... اس بار ادھر کا ہی پروگرام سہی ... ہمیں کیا معلوم تھا ... یہاں آتے ہی ہم مشکل میں پھنس جائیں گے۔"

" یہ آپ کی غلطی ہے ... آپ کو غلط کاغذات لے کر یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے میز کے پائے میں لگے چند بٹن دبائے بجلیاں سی چمکیں اور ان کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔

" یہ ... یہ کیا تھا؟"

" جدید ترین کیمروں کے ذریعے آپ لوگوں کی تصاویر لی گئی ہیں ..." اس نے بتایا۔

" کیوں ... اس کی کیا ضرورت ہے، ہماری تصاویر تو کاغذات پر موجود ہی ہیں۔"

" وہ اصلی نہیں ہیں ..." اس نے مسکرا کر کہا۔

اسی وقت اس نے ایک دراز کھولی ... دراز میں نظر ڈالتے ہی اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے ... ساتھ ہی اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا ... باہر موجود چار پولیس آفیسرز میں سے ایک اندر داخل ہوا:

" ان لوگوں کو مسٹر وائٹ کے سامنے پیش کرنا ہے۔"

" انتظام پہلے ہی کیا جاچکا ہے ..." باہر گاڑی تیار کھڑی ہے۔"

" ویری گڈ..."

یہ کہہ کر اس نے ایک دوسری دراز کھولی ... اس میں سے سیاہ اور موٹے کاغذ کا ایک لفافہ نکالا ... پہلی دراز میں لفافہ رکھتے ہوئے اس میں کچھ ڈالا اور پولیس آفیسر کے حوالے کرتے ہوئے بولا:

" یہ ان کے ساتھ پیش کرنا ہے۔"

" اوکے مسٹر روبن۔"

انہیں کمرے سے باہر نکالا گیا تو ایک بند گاڑی کھڑی تھی ... اور گاڑی کے دروازے پر دس مسلح نگران موجود تھے ... ان کے ہاتھوں میں بڑے سائز کے پستول تھے ... وہ دم بخود رہ گئے۔

☆☆☆☆☆

کس کا پروگرام

"حیرت ہے ... اتنے زبردست انتظامات ... مجھے تو یوں لگ رہا ہے ، جیسے ہم اپنے ملک میں نہیں ... کسی دشمن ملک میں موجود ہیں ..." فرزانہ بڑبڑائی۔

"ارے نہیں بھئی ... یہ ہمارا اپنا ملک ہے ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

انہیں گاڑی میں بٹھا کر دروازہ باہر سے بند کردیا گیا ... آخر گاڑی روانہ ہوئی۔

"ہمیں کہاں لے جایا جارہا ہے ابا جان؟" فرزانہ بے چین ہو کر بولی۔

"مسٹر وائٹ کے پاس ... مسٹر وائٹ کون ہیں ... میں نہیں جانتا۔"

"کیا یہ حصہ واقعی ہمارے اپنے ملک کا ہے۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔"

"ہمیں کئی دشمن ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا ہے ... اس قسم کے حالات ان ممالک میں تو ضرور پیش آئے ... اپنے ملک کے کسی حصے میں نہیں ..." فاروق نے کہا۔

"بھئی ذہن کو زیادہ نہ اُلجھاؤ ... تمہاری طرح میں بھی زندگی میں پہلی بار ہی یہاں آیا ہوں ... دوسرے لفظوں میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ تیل دیکھو ... تیل کی دھار دیکھو ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

ان کا سفر تقریباً بیس منٹ بعد ختم ہوا ... گاڑی رُکی، پھر دروازہ کھلا:

"تشریف لے آئیے ... ہم مسٹر وائٹ کے دفتر پہنچ چکے ہیں۔"

"بہت بہتر! انہوں نے کہا اور ایک ایک کرکے باہر نکلے۔

انہوں نے دیکھا ... وہ ایک دو منزلہ عمارت کے سامنے کھڑے تھے ... عمارت کے گرد مسلح پہرہ تھا ... گویا اس کے چاروں طرف پہرے دار موجود تھے ... ان کے لئے فوراً عمارت کا دروازہ کھول دیا گیا ... انہیں ساتھ لے کر آنے والوں میں سے ایک ان کے آگے چلنے لگا ... اس کے ہاتھ میں وہ سیاہ لفافہ تھا ... آخر ایک کمرے کے دروازے پر رُکے ... یہاں بھی دو پہرے دار موجود تھے ... انہیں ساتھ لانے والے نے باادب لہجے میں کہا:

"مسٹر روبن کی طرف سے ... یہ مشکوک آدمی ... اس لفافے کے ساتھ ... حاضر ہیں۔"

''ٹھیک ہے ... انہیں اطلاع مل چکی ہے ... تم لوگ جا سکتے ہو...''
ایک پہرے دار نے کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا ... انہیں اس نے اپنے پیچھے آنے کا اشارا کیا تھا ... وہ اندر داخل ہوئے ... کمرے کے عین درمیان میں ایک بھاری میز بچھی تھی ... اس کے میز کے دوسری طرف ایک پتلا دبلا اور تنگ منک سا آدمی بیٹھا تھا ... آنکھیں بہت چھوٹی تھیں، مگر ان میں ایک تیز چمک تھی ... دائیں بائیں دو کرسیوں پر دو سیاہ رنگ کے آدمی بیٹھے تھے ... ان کی موٹی موٹی آنکھیں باہر کو اُبلی ہوئی تھیں، سامنے والی کرسیاں خالی پڑی تھیں ... بھاری میز پر کمپیوٹر نما ایک بڑی مشین بھی نصب تھی۔

پہرے دار نے سیاہ لفافہ ان کے سامنے رکھ دیا ... اور خاموشی سے باہر نکل گیا ... تینوں نے ان پر ایک نظر ڈالی، پھر تنگ منک آدمی نے کہا:

''تشریف رکھیے۔''

''تو کیا آپ ہی مسٹر وائٹ ہیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہاں! یہ دونوں میرے اسسٹنٹ ہیں ... آپ اپنا کام شروع کر دیں۔''

''جی بہتر ...'' ان میں سے ایک نے کہا، پھر دونوں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے ... سیاہ لفافہ اٹھا کر اس میں ہاتھ ڈالا گیا ... اس وقت انہوں نے دیکھا ... اس میں چند تصاویر تھیں ... اب وہ سمجھے ... پہلے

کمرے میں جو بجلیاں سی چمکیں ... وہ کیمروں کی روشنیاں تھیں ... دونوں نے ان تصاویر پر نظریں دوڑائیں، پھر چونک اٹھے ... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

''یہ ... ہم کیا دیکھ رہے ہیں سر ...'' ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا۔

''تب کوئی خاص بات ہے ان تصاویر میں۔''

''جی ... جی نہیں ... ٹھہریے ... ہم مزید اطمینان کر لیں ...'' یہ کہہ کر ان میں سے ایک نے تصاویر اس کمپیوٹر نما مشین کے ایک خانے میں رکھ دیں، پھر ایک بٹن دبایا ... مشین چلنے کی ٹائپ نما آواز گونجی اور پھر کمپیوٹر کی اسکرین پر الفاظ لکھے نظر آنے لگے ... دوسرا جھک کر انہیں لکھتا چلا گیا ... ایک منٹ بعد وہ سیدھا ہو گیا اور مشین کے سے انداز میں بولنے لگا:

''انسپکٹر جمشید ... پروفیسر داؤد، خان رحمان، محمود، فاروق اور فرزانہ ... دارالحکومت سے ...'' ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ خاموش ہو گیا۔

''کیا آپ تسلیم کرتے ہیں ... ہماری حاصل کردہ اطلاعات درست ہیں۔''

''ہاں! ہمارے نام یہی ہیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''آپ ان تصاویر کو بھی دیکھ لیں ...'' مسٹر وائٹ نے کہا۔

سیاہ فام نے تصاویر خانے میں سے نکال کر ان کے سامنے میز پر پھیلا دیں، انہوں نے دیکھا کہ وہ تصاویر ان کے اصلی حلیوں والی تھیں... مسٹر وائٹ کی آواز کانوں میں گونجی:

"ہمارے پاس ایسے کیمرے موجود ہیں کہ چہرے پر کسی بھی قسم کا میک اَپ کر لیا جائے... تب بھی اصلی تصویر ہی اتارتے ہیں۔"

"بہت خوب... یہ جان کر خوشی ہوئی، سوال یہ ہے کہ یہ سب ہے کیا... ہم اپنے ملک کے ایک حصے میں ہیں، لیکن ہم سے سلوک یہاں کیا جا رہا ہے غیر ملکیوں جیسا۔"

"وادیٔ مرجان ملک کا ایک خاص حصہ ہے، اس خاص حصے میں خاص لوگ رہتے ہیں... ان خاص لوگوں سے تعلق رکھنے والے لوگ تو یہاں بلا کھٹکے آ اور جا سکتے ہیں... لیکن جب بھی کوئی غیر متعلق آدمی آتا ہے تو اس کی چیکنگ کی جاتی ہے... اب آپ لوگ بتایئے... یہاں کس سلسلے میں آئے ہیں؟"

"ملک کا یہ حصہ آج تک دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا... بچوں کی چھٹیاں تھیں، سوچا، کیوں نہ اس مرتبہ یہ دیکھ لیا جائے۔"

"ہوں... لیکن اس کے لیے میک اَپ میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہم عام طور پر اپنے شہر سے جب بھی کسی دوسرے شہر جاتے ہیں... میک اَپ میں جاتے ہیں... ورنہ لوگ ہمیں گھورتے رہتے

ہیں..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی آپ کے بارے میں مزید اطمینان کیا جائے گا... اس کے بعد آپ کو قصبے کی سیر کی اجازت مل جائے گی... مسٹر روٹا... ان لوگوں کو امتحان گاہ میں لے جایئے۔"

"اوکے سر!" سیاہ فام نے کہا اور انہیں باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔

جونہی وہ نکلے... باہر کھڑے پہرے داروں نے انہیں پستولوں کی زد پر لے لیا اور یہ قافلہ ایک برآمدے میں چلنے لگا... یہاں تک کہ ایک کمرے میں داخل ہوئے... اس کمرے میں عجیب و غریب کرسیاں رکھی تھیں... کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کس چیز کی بنی ہوئی ہیں... البتہ ان میں آلات فٹ نظر آ رہے تھے۔

"ان کرسیوں پر بیٹھ جاؤ..." روٹا بولا۔

"یہ... یہ کس قسم کی کرسیاں ہیں..." خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"امتحان کی کرسیاں ہیں... ان پر بیٹھنے کے بعد آدمی کے اندر جو کچھ ہوتا ہے... وہی بتاتا ہے... اِدھر اُدھر کی نہیں مار سکتا۔"

"ٹھیک ہے... چلو بھئی بیٹھ جاؤ..." انسپکٹر جمشید نے کہا اور ایک کرسی کی طرف بڑھ گئے... ان کے باقی ساتھی بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے... فوراً ہی ان کے سروں پر خود نما آلے فٹ ہو گئے... اب وہ سروں کو ہلا نہیں سکتے تھے... اب روٹا نے دیوار پر لگے چند بٹن

دبائے... انہوں نے محسوس کیا، خود بہت تیزی سے گرم ہو رہے ہیں...

ٹھیک ایک منٹ بعد روٹا نے کہا:

"اب تم لوگ ایک سرے سے شروع ہو جاؤ... اس قصبے میں کس غرض سے آئے ہو۔"

"بہت بہتر... ایک نمبر کی کرسی پر میں ہوں... لہٰذا شروع ہوتا ہوں اللہ کے نام سے... ہاں تو ہم اس قصبے میں سیر و تفریح کی غرض سے داخل ہوئے ہیں... میک اَپ ذرا لطف اندوز ہونے کے لیے کیا تھا تاکہ لوگوں کو ہمارے بارے میں کچھ پتا نہ ہو اور اس صورت میں اگر کوئی مشکلات بھی پیش آئیں تو بھی ہم نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ اپنی حیثیت ظاہر نہیں کریں گے... اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا..."

یہ کہہ کر فاروق خاموش ہو گیا... ساتھ ہی فرزانہ فرفر بولنے لگی... وہ بھی تقریباً یہی الفاظ کہہ رہی تھی۔

اس طرح وہ باری باری بولتے چلے گئے... ابھی انسپکٹر جمشید کی باری نہیں آئی تھی کہ روٹا نے بٹن آف کر دیے اور بولا:

"یہ لوگ تو بالکل بے قصور ہیں... اور صرف یہاں کی سیر کرنے آئے ہیں... میک اَپ میں دوسرے شہروں کی سیر کرنا ان کا مشغلہ ہے۔"

"لیکن روٹا... تم نے سب کے الفاظ نہیں سنے... ان میں سے تین ابھی رہتے ہیں..." دوسرا نیگرو بولا۔

"سبھی بالکل ایک ہی قسم کے الفاظ بول رہے ہیں... اس سے بھلا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔"

"ہوں... خیر... چلو پھر وائٹ کے کمرے میں چلیں۔"

وہ واپس چل پڑے... مسٹر وائٹ جوں کا توں بیٹھا نظر آیا۔

"ہاں مسٹر روٹا... کیا رہا؟"

"یہ لوگ کسی بُری نیت سے وادی میں داخل نہیں ہوئے۔"

"اوہ... تب تو یہ لوگ جا سکتے ہیں... اور قصبے میں گھوم پھر سکتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر وائٹ... چلو بھئی..." روٹا نے ان سے کہا۔

وہ اک بار پھر باہر نکلے... اسی بند گاڑی میں بٹھائے گئے، تھوڑی دیر بعد انہیں پہلے کمرے کے پاس بند گاڑی سے نکالا جا رہا تھا... یہاں وہ دونوں ٹیکسی ڈرائیور ابھی تک کھڑے تھے۔

"آپ لوگ اپنی ٹیکسیوں میں بیٹھ جائیے... شہر میں آپ کہیں بھی گھوم پھر سکتے ہیں۔" روبن نے کہا۔

"شکریہ جناب۔"

اور وہ ٹیکسیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے... جلد ہی وہ اس سڑک پر چلے جا رہے تھے... جس سڑک پر انہیں چیکنگ کے لئے روکا گیا تھا۔

"اف خدا... یہ سب کیا تھا... یوں لگتا ہے جیسے ہم نے کوئی خواب دیکھا ہے..." محمود بولا۔

'' مجھے بھی بہت حیرت ہے جناب ... آپ لوگ بچ کس طرح گئے ... اس بند گاڑی میں چیکنگ کے لیے جانے والے کبھی واپس نہیں لوٹے ...'' ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

'' تو پھر تم لوگ کیوں ہمارے انتظار میں رُکے رہے؟''

'' ہم کیوں رکتے ... ہمیں تو ان نگرانوں نے روکے رکھا تھا ... کہ جب تک آپ لوگوں کے بارے میں رپورٹ نہیں مل جاتی ... اس وقت تک ہمیں رُکنا پڑے گا۔''

'' بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ یہاں سیر اور تفریح کی نیت سے آئے ہیں ... اس میں کوئی شک نہیں کہ آئے ہیں میک اَپ میں۔ اس میک اَپ کی وجہ سے ہی ہم شک کی زد میں آئے ... ورنہ اس وقت تک تو ہم کسی ہوٹل میں پہنچ کر آرام کر رہے ہوتے۔''

'' چلو اچھا ہوا ...'' ٹیکسی ڈرائیور بولا۔

'' لیکن بھئی ... آخر اس شہر میں ایسا کیوں کیا جاتا ہے ... یہ معاملہ کیا ہے؟''

'' کیا آپ کو اس شہر کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ...'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

'' آپ ہی بتا دیں۔''

'' اس قصبے میں ایک نئے مذہب کے لوگ آباد ہیں ... پورا قصبہ اسی مذہب کا پیروکار ہے ... لہٰذا باہر سے آنے والوں پر نظر رکھی جاتی

ہے ... مسلمان یہاں نہیں آتے ... نہ وہ آنا پسند کرتے ہیں اور نہ ہم لوگ ان کا یہاں آنا گوارا کرتے ہیں ... اگر کبھی کوئی آ بھی جائے تو اس کی باقاعدہ چیکنگ کی جاتی ہے، اگر وہ صرف تفریح کی نیت سے یا ہمارے مذہب میں داخل ہونے کے ارادے سے آیا ہو، تب تو اسے خوش آمدید کہا جاتا ہے ... ورنہ واپس بھیج دیا جاتا ہے۔''

'' اوہ ... تو کیا تم بھی اسی نئے مذہب کے پیروکار ہو؟''

'' اگر نہ ہوتا تو یہاں ٹیکسی ڈرائیور کیوں ہوتا۔''

'' ہوں ... تب تو ہم یہاں بے کار ہی آئے ... ہمیں برابر شک کی نظروں سے دیکھا جاتا رہے گا ...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

'' نہیں ... اب چونکہ آپ لوگوں کو چیک کیا جا چکا ہے، اس لیے شک کی نظروں سے نہیں دیکھا جائے گا۔''

'' سوال یہ ہے کہ یہ قصبہ ایک مسلمان ملک کا قصبہ ہے ... اس قصبے میں بھی وہی قانون نافذ ہے جو پورے ملک میں، پھر یہاں آنے والے کی چیکنگ کس قانون کے تحت کی جاتی ہے۔''

'' چونکہ یہاں سبھی لوگ اس نئے مذہب کے پیروکار ہیں، لہٰذا قانون بھی ہمارا اپنا چلتا ہے۔''

'' لیکن یہاں جو حکام مقرر ہیں ... کیا وہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ نہیں ہیں۔''

'' بالکل ہیں ...'' اس نے فوراً کہا۔

'' تب پھر وہ حکومت کے قوانین کے خلاف کام کس طرح سر انجام دے سکتے ہیں۔''

'' وہ ایسا کوئی کام نہیں کرسکتے۔''

'' ابھی جو چیکنگ کی گئی ... اس کا کوئی قانونی جواز نہیں، اچھا خیر... آپ ایسا کریں کہ ہمیں کسی ہوٹل تک لے جانے سے پہلے نزدیک ترین پولیس اسٹیشن لے چلیے۔''

'' پولیس اسٹیشن ... کیوں وہاں کیا کریں گے جاکر؟''

'' بس آپ چلیے۔''

'' اچھی بات ہے ... لیکن میرا مشورہ ہے کہ آپ صرف سیر و تفریح کی طرف توجہ دیجیے ... یہاں کے معاملات میں دخل اندازی آپ لوگوں کے لیے نقصان دہ ہوگی۔''

'' شکریہ ... ہم خیال رکھیں گے۔''

دونوں ٹیکسیاں ایک پولیس اسٹیشن کے باہر رُک گئیں۔

'' ہم ابھی آتے ہیں ...'' یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف چلے ... دروازے پر دو مسلح نگران کھڑے تھے ... ان کے ہاتھوں میں سنگینیں لگی رائفلیں تھیں ... انہوں نے ایک تیز نظر ان پر ڈالی، لیکن کچھ پوچھے بغیر آگے جانے دیا ... ایک دروازے کے باہر رپورٹنگ روم لکھا نظر آیا ... وہ بے دھڑک اس میں داخل ہوگئے ... سامنے ہی میز کے دوسری طرف ایک نوجوان پولیس انسپکٹر بیٹھا تھا:

'' فرمایئے ! میں کیا خدمت کرسکتا ہوں۔''

انسپکٹر جمشید سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے ... انہوں نے دائیں بائیں والی کرسیاں سنبھالیں:

'' ہم دارالحکومت سے آئے ہیں ... چیکنگ کے مرحلے سے گزر آئے ہیں ... میں ایک رپورٹ درج کرانا چاہتا ہوں۔''

'' کیسی رپورٹ !'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

'' ہماری چیکنگ بالکل غیر قانونی تھی ... ہم اپنے ملک کے معزز شہری ہیں، پھر بغیر کسی وجہ کے یہ چیکنگ کیوں کی گئی۔''

'' سوری ! اس قسم کی رپورٹ درج نہیں کی جاسکتی ...'' اس نے منہ بنایا۔

'' کیوں، کیا آپ اس ملک کی حکومت کے ملازم نہیں ہیں اور یہاں وہی قانون لاگو نہیں جو ملک کے دوسرے شہروں میں۔''

'' کم از کم یہاں نہیں ...'' پولیس آفیسر نے کہا۔

'' کیوں ... یہ کیا بات ہوئی۔''

'' یہاں کے حاکم سردار جاہ ہیں اور یہاں انہی کا حکم چلتا ہے۔''

'' کیا انہیں یہاں کا حاکم حکومت نے مقرر کیا ہے؟''

'' نہیں ... یہاں کے لوگوں نے انہیں اپنا حاکم تسلیم کرلیا ہے۔'' وہ بولا۔

'' تب تو یہ ایک خود مختار قصبہ ہوگیا ... گویا پورے ملک سے بالکل

الگ تھلگ ایک علاقہ ... جہاں ہمارے ملک کا حکم نہیں چلتا ... ملک کا قانون نافذ نہیں۔“

”یہی سمجھ لیں ... ان حالات کا حکومت کو بھی پتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ہمارے معاملات میں دخل دینا پسند نہیں کرتی۔“

”اور ایسا کیوں ہے ... وہ دخل کیوں نہیں دیتی۔“

”سردار جاہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں۔“

”ہوں! ہم ان سے کہاں مل سکتے ہیں؟“

”ان کے محل ... مرمر پیلس میں۔“

”شکریہ! میں ان سے ضرور ملوں گا ...“ یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے ... پولیس انسپکٹر سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولے:

”آپ کا نام؟“

”میں کریم خالد ہوں۔“

وہ باہر نکل آئے اور ٹیکسیوں کی طرف بڑھے:

”جمشید ... یہ سب کیا ہے ... یہاں تو عجیب سا احساس ہو رہا ہے ...“ پروفیسر داؤد نے قدرے گھبرا کر کہا۔

”ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ... یہاں کے حالات عجیب و غریب ہیں ... پھر کیا خیال ہے ... کیا یہاں سے نکل جائیں۔“

”نہیں ... اب آئے ہیں تو لگے ہاتھوں سردار جاہ سے بھی ملتے چلیں۔“

”ہاں ... ذرا دیکھیں تو سہی ... وہ کس قسم کا آدمی ہے ... جس کا حکم اس قصبے پر چلتا ہے۔“

وہ ٹیکسیوں میں بیٹھ گئے۔

”چلو بھئی ... مرمر پیلس چلو ...“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”جی ... مرمر پیلس ...“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں ... ہم ذرا سردار جاہ سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”ان سے ملنا اتنا آسان نہیں۔“

”کوئی بات نہیں ... ہم مشکلات کا مقابلہ کرنا جانتے ہیں ...“ فاروق نے منہ بنایا۔

”بہت بہتر ... مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے ... لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ یہاں کے معاملات میں دخل اندازی کرنا چاہتے ہیں ... میں آپ لوگوں کو خبردار کر دوں ... اس طرح آپ خطرے میں پڑ جائیں گے۔“

”خطرے میں ... کیا مطلب!“

”حکام نے اگر یہ محسوس کیا کہ آپ قصبہ کے معاملات میں دخل اندازی کر رہے ہیں تو فوری طور پر آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا ... یا کم از کم قصبے سے باہر نکال دیا جائے گا۔“

”کوئی بات نہیں ... دیکھا جائے گا ... شروع تو ان لوگوں کی طرف سے ہی ہوا ہے ... نہ یہ چیکنگ کرتے، نہ ہم ان باتوں کے پیچھے

پڑتے۔''

'' جیسے آپ کی مرضی ...'' اس نے کندھے اچکائے۔

اور پھر بیس منٹ بعد وہ ایک عالی شان محل کے سامنے کھڑے تھے ... سنگِ مرمر کے بنے اس محل کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے ... تاج محل کا خیال آ گیا ... محل کے چاروں طرف مسلح پہرے دار کھڑے تھے ... ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔

'' یہ ... یہ تو کسی بادشاہ کا محل دکھائی دیتا ہے ...'' فاروق ہکلایا۔

'' ہمارے سردار جاہ کسی بادشاہ سے کم ہیں کیا ...'' ڈرائیور نے فخریہ لہجے میں کہا۔

'' آؤ بھئی ... ملاقات ہونے پر ہی اندازہ ہوگا ... وہ کسی بادشاہ سے کم ہیں یا زیادہ ...'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید محل کے دروازے کی طرف بڑھے ... دروازے پر موجود پہرے دار چونکے ہوئے انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگے ... نزدیک پہنچنے پر انسپکٹر جمشید بولے:

'' ہم دارالحکومت سے آئے ہیں ... اس نئے مذہب کی دھوم سنی تھی ... اسی سلسلے میں سردار جاہ سے ملنا ہے۔''

'' حوالہ دیں ...'' ایک پہرے دار نے کہا۔

'' ماجد شریف سرائکی والے سے بات چیت ہوئی تھی، انہوں نے ہی ہدایات دی تھیں۔''

'' ماجد شریف ... سرائکی والے ... ٹھہریے ... ابھی پتا کرتے

ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ بڑے دروازے میں بنے چھوٹے دروازے میں سے اندر چلا گیا ... تقریباً ایک منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔

'' ماجد شریف سرائکی والے ... ریکارڈ پر موجود ہیں ... آپ لوگ اندر چلے جائیے ... دائیں ہاتھ ایک کیبن نظر آئے گا ... وہاں ٹیلیفون آپریٹر موجود ہے ... وہ فون پر آپ کی بات چیت سردار جاہ صاحب سے کرا دے گا۔''

'' شکریہ جناب ...'' انہوں نے کہا اور اندر داخل ہوئے۔

'' یہ ماجد شریف کون ہے ابا جان؟'' محمود حیران ہو کر بولا۔

'' بس ... چپ رہو ...'' وہ دبی آواز میں بولے۔

'' چپ کس طرح رہیں، آپ تو ہمارے ساتھ اس قصبے کی صرف سیر اور تفریح کے لیے آئے تھے، پھر یہ ماجد شریف کہاں سے ٹپک پڑا ... نئے مذہب کے سلسلے میں سردار جاہ سے ملاقات کہاں سے نکل آئی ...'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

'' زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ... میں ہر قسم کی معلومات حاصل کرتے رہنے کا عادی ہوں، یہ بات تم لوگوں کو معلوم ہی ہے ...'' وہ بولے۔

'' جی ہاں ... یہ تو خیر ٹھیک ہے ... تو کیا ابا جان ... آپ کا یہاں آنے کا پروگرام پہلے سے تھا ... اور اس لیے آپ نے ہمارا

پروگرام سننے کے بعد اس قصبے کا نام تجویز کر ڈالا تھا ...'' فرزانہ بے چین ہو کر بولی۔

'' خیر ... یونہی سہی ...'' وہ مسکرائے۔

'' اوہ ! '' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اسی وقت وہ کیبن تک پہنچ گئے ... اندر داخل ہوئے تو ایک نوجوان آدمی پر نظر پڑی، اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں:

'' کیا آپ وہی ہیں ... جنہوں نے ماجد شریف والا حوالہ دیا ہے۔''

'' ہاں ! بالکل ...'' انہوں نے کہا۔

'' ٹھیک ہے ... تشریف رکھیے ... میں فون پر بات کرائے دیتا ہوں ...'' اس نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر بولا:

'' ہیلو سر ... نمبر نائن بول رہا ہوں ... ماجد شریف سرامکی والا کے بھیجے ہوئے کچھ لوگ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہوسکتا ہے، یہ لوگ ہمارے ہم مذہب بننا چاہتے ہوں۔''

'' ٹھیک ہے ... انہیں میرے پاس پہنچا دو ...'' دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی ... اس نے ریسیور رکھ دیا اور گھنٹی بجائی، فوراً چار مسلح نگران اندر داخل ہوئے:

'' ان حضرات کو سردار جاہ صاحب کے پاس پہنچا دیا جائے۔''

'' اوکے سر! '' ان میں سے ایک نے کہا اور ان سے بولا:

'' چلیے جناب۔''

کیبن سے نکل کر وہ ان کے پیچھے چلنے لگے ... ٹیکسیوں میں گزرتے ہوئے وہ اس پر رونق اور بھرے پرے شہر کو دیکھ دیکھ کر کافی حیران ہو چکے تھے، لیکن محل کی شان اور شوکت دکھ کر تو گویا ان کی حیرت کئی گناہ بڑھ گئی تھی ... پورے محل میں سنگِ مرمر لگایا گیا تھا، یوں لگتا تھا جیسے ایک بہت بڑے سفید موتی کو تراش کر رکھ دیا ہو۔

کئی برآمدوں میں مڑنے کے بعد آخر ایک سنہری پٹروں والے دروازے پر وہ رک گئے ... ایک نگران نے دروازے پر لگا بٹن دبایا:

'' ٹھیک ہے ... انہیں اندر آنے دو ...'' اندر سے آواز آئی، ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

وہ اندر داخل ہوئے اور اندر کا ماحول دیکھ کر دھک سے رہ گئے ... کمرہ کیا تھا ... پورا ہال تھا ... ہال کے دوسری طرف دیوار کے ساتھ ایک تخت بچھا تھا ... اس سے ہیرے لٹک رہے تھے ... اور اس تخت پر ایک بھاری بھرکم آدمی بیٹھا تھا ... اس کی بڑی بڑی آنکھیں بھی ہیروں کی طرح چمک رہی تھیں ... اس کے سر پر ایک پگڑی تھی۔

'' تو آپ لوگ ماجد شریف سرامکی والا کے بھیجے ہوئے ہیں ... وہ ہمارا ایک معزز ساتھی ہے ... لہٰذا اس کے بھیجے ہوئے بھی ہمارے لیے معزز ہیں اور معزز لوگوں کی جگہ میرے دائیں ہاتھ بچھی ہوئی کرسیوں پر ہے۔''

ہال کی دیواروں کے ساتھ ساتھ تینوں طرف شاہانہ کرسیاں بچھی تھیں اور ان پر بہت سے لوگ بیٹھے تھے، گویا یہ لوگ سردار جاہ کے درباری تھے ... سردار جاہ کا حکم سُن کر چند مسلح نگران ان کی طرف بڑھے اور انہیں دائیں طرف کی کرسیوں کی طرف لے چلے ... آخر وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تو آپ لوگ ہمارے مذہب میں۔"

سردار جاہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... تخت میں لگا ایک سرخ بلب اسی وقت جل اُٹھا تھا ... اس نے ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا ... پھر اس کی نظریں ان پر جم گئیں ... ریسیور رکھتے وقت تو آنکھوں میں گویا خون اتر آیا ... اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا:

"ماجد شریف سرائکی والا ... سے بات کی گئی ... اس کا کہنا ہے، اس نے تم لوگوں کو ہرگز نہیں بھیجا۔"

"تو پھر ... اس سے کیا ہوتا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے خوف زدہ ہوئے بغیر کہا۔

"تم لوگوں سے پھر بات کی جائے گی ... فی الحال انہیں مہمان خانے میں رکھا جائے ..." سردار جاہ نے حکم دیا۔

دس مسلح نگران فوراً ان کی کرسیوں کے پیچھے پہنچ گئے اور سنگینیں ان کی گردنوں کو چھونے لگیں:

"چلیے جناب ... مہمان خانے میں چلیے۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور نگرانوں کے گھیرے میں ہال سے باہر نکل آئے ... اس دوران کسی درباری نے کوئی بات نہ کی ... ان کے نکلتے ہی دروازہ بند کردیا گیا۔

اب وہ پھر برآمدے میں چل رہے تھے ... کافی دیر تک چلنے کے بعد آخر وہ لوہے کے ایک دروازے کے سامنے پہنچے .... یہاں بھی مسلح پہرے دار موجود تھے۔

"یہ مہمان ہیں ... انہیں اندر پہنچانا ہے۔"

"اوکے ... چلو ... دروازہ کھولو ..." ایک نگران نے دروازے پر زور سے ہاتھ مارا۔

فوراً دروازہ کھل گیا ... گویا اسے اندر سے کسی نے کھولا تھا، اندر بھی انہیں نگران نظر آئے ... انہیں ساتھ لانے والے نگران دروازے سے آگے نہیں بڑھے ... نہ بیرونی نگران ان کے ساتھ اندر آئے ... صرف اندرونی نگرانوں نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور آگے بڑھے ... نیچے کی طرف سیڑھیاں اُترتی نظر آئیں ... گویا محل کے نیچے قید خانہ بنایا گیا تھا ... زیر زمین قید خانہ۔

راستہ بہت چوڑا تھا ... اس کے دونوں طرف سلاخوں والی کوٹھریاں تھیں اور ان سبھی کے اندر لوگ موجود تھے، گویا یہاں مہمانوں کی کوئی کمی نہیں تھی ... آخر ایک کوٹھری کے سامنے نگران رُک گیا:

"آپ لوگ ایک کوٹھری میں گزارا کرلیں گے یا دو دی جائیں؟"

ہال کی دیواروں کے ساتھ ساتھ تینوں طرف شاہانہ کرسیاں بچھی تھیں اور ان پر بہت سے لوگ بیٹھے تھے، گویا یہ لوگ سردار جاہ کے درباری تھے ... سردار جاہ کا حکم سُن کر چند مسلح نگران ان کی طرف بڑھے اور انہیں دائیں طرف کی کرسیوں کی طرف لے چلے ... آخر وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

'' تو آپ لوگ ہمارے مذہب میں۔''

سردار جاہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... تخت میں لگا ایک سرخ بلب اسی وقت جل اُٹھا تھا ... اس نے ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا ... پھر اس کی نظریں ان پر جم گئیں ... ریسیور رکھتے وقت تو آنکھوں میں گویا خون اتر آیا ... اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا:

'' ماجد شریف سرائکی والا ... سے بات کی گئی ... اس کا کہنا ہے، اس نے تم لوگوں کو ہرگز نہیں بھیجا۔''

'' تو پھر ... اس سے کیا ہوتا ہے؟'' انسپکٹر جمشید نے خوف زدہ ہوئے بغیر کہا۔

'' تم لوگوں سے پھر بات کی جائے گی ... فی الحال انہیں مہمان خانے میں رکھا جائے ...'' سردار جاہ نے حکم دیا۔

دس مسلح نگران فوراً ان کی کرسیوں کے پیچھے پہنچ گئے اور سنگینیں ان کی گردنوں کو چھونے لگیں:

'' چلیے جناب ... مہمان خانے میں چلیے۔''

وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور نگرانوں کے گھیرے میں ہال سے باہر نکل آئے ... اس دوران کسی درباری نے کوئی بات نہ کی ... ان کے نکلتے ہی دروازہ بند کردیا گیا۔

اب وہ پھر برآمدے میں چل رہے تھے ... کافی دیر تک چلنے کے بعد آخر وہ لوہے کے ایک دروازے کے سامنے پہنچے .... یہاں بھی مسلح پہرے دار موجود تھے۔

'' یہ مہمان ہیں ... انہیں اندر پہنچانا ہے۔''

'' اوکے ... چلو ... دروازہ کھولو ...'' ایک نگران نے دروازے پر زور سے ہاتھ مارا۔

فوراً دروازہ کھل گیا ... گویا اسے اندر سے کسی نے کھولا تھا، اندر بھی انہیں نگران نظر آئے ... انہیں ساتھ لانے والے نگران دروازے سے آگے نہیں بڑھے ... نہ بیرونی نگران ان کے ساتھ اندر آئے ... صرف اندرونی نگرانوں نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور آگے بڑھے ... نیچے کی طرف سیڑھیاں اُترتی نظر آئیں ... گویا محل کے نیچے قید خانہ بنایا گیا تھا ... زیر زمین قید خانہ۔

راستہ بہت چوڑا تھا ... اس کے دونوں طرف سلاخوں والی کوٹھریاں تھیں اور ان سبھی کے اندر لوگ موجود تھے، گویا یہاں مہمانوں کی کوئی کمی نہیں تھی ... آخر ایک کوٹھری کے سامنے نگران رُک گیا:

'' آپ لوگ ایک کوٹھری میں گزارا کرلیں گے یا دو دی جائیں؟

'' ایک نگران نے پوچھا۔

'' ایک ہی ٹھیک رہے گی ...'' محمود بولا۔

'' پیٹی میں لٹکنے والی چابیوں کے گچھے میں سے اس نے ایک چابی گھمائی ... تالا فوراً کھل گیا اور انہیں اندر کی طرف دھکا دے دیا گیا۔

'' بھئی دھکے تو نہ دو ... ہم تو معزز قیدی ہیں ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' معزز قیدی ہو، اسی لیے اس قید خانے میں نظر آ رہے ہو، ورنہ اصل قید خانہ تو ابھی تم نے دیکھا ہی نہیں۔''

'' اچھا کیا ... وہ اس سے بھی خوفناک ہے۔''

'' اگر تمہارے بارے میں وہاں کے لیے حکم ہوا تو دکھ ہی لو گے۔''

'' اللہ اپنا رحم فرمائے ...'' فاروق نے منہ کھولا۔

ساتھ ہی قید خانے کا دروازہ بند کر دیا گیا ... نگران انہیں دیکھ کر طنزیہ انداز میں ہنسے اور واپس مڑ گئے۔

'' ابا جان ... یہ کیا ہوا۔''

'' قید ...'' وہ بولے۔

'' لیکن ہم تو سردار جاہ کے لیے بہت معزز تھے ... اچانک ہمارا معزز پن ختم کیوں ہو گیا۔''

'' نگران نے جب حوالہ نمبر کہا تھا تو میں نے ایک نام فوراً لے

دیا ... کیونکہ ماجد شریف سرائکی والا کے بارے میں اکثر سننے میں آیا ہے ... کہ ان لوگوں کا ایجنٹ ہے اور لوگوں کو جال میں پھانس کر یہاں بھیجتا رہتا ہے، لہٰذا میں نے اسی کا نام لے دیا ... اب مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ اس قدر جلد تصدیق کر لیں گے ...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

'' خیر ... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟'' فرزانہ نے کہا۔

'' یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ... آرام کریں گے ... آئے تھے سیر اور تفریح کرنے ... ہو گئے قید ... اب آرام کرنے کے سوا چارہ بھی کیا ہے ...'' فاروق بولا۔

'' ہوں ... بات تو ٹھیک ہے، لیکن ہم نے جرم کیا کیا ہے؟''

'' یہی کہ سرائکی والا نام لے دیا ... حالانکہ اس نے ہمیں نہیں بھیجا تھا۔''

'' اور اتنی سی بات پر انہوں نے ہمیں قید کر دیا ... یہ ہمیں قصبے سے نکال دیتے، اس صورت میں ہم آزاد فضا میں سانس تو لے سکتے تھے ...'' فرزانہ جل بھن کر بولی۔

'' بھئی بے صبری کی ضرورت نہیں ... قید خانوں کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ کوئی نیا نہیں ...'' فاروق نے مسکرا کر کہا۔

'' ویری گڈ ... فاروق تم جہاں ہو ... وہاں اداسی پاؤں جما ہی نہیں سکتی ...'' خان رحمان خوش ہو کر بولے۔

'' جمائے بھی کیسے انکل ... اس کی زبان سے ڈر جاتی ہو گی ...''

فرزانہ بولی۔

ان کی کوٹھری میں بلب روشن تھا ... قید خانے کے برآمدے میں بھی بلب جل رہے تھے، لہٰذا یہاں کم از کم تاریکی نہیں تھی ... ہوا کی آمد و رفت کا انتظام بھی معقول تھا ... اس لیے گھٹن کا احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔

'' ابا جان ! کیا آپ اپنے پروگرام کے مطابق یہاں آئے ہیں یا ہمارے پروگرام کے مطابق ...'' محمود نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

'' اپنے پروگرام کے مطابق ... '' وہ مسکرائے۔

'' کیا!'' وہ سب ایک ساتھ بولے۔

☆☆☆☆☆

عجیب آواز

'' یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا جان ... یہ پروگرام تو میں نے بنایا تھا اور ان سب لوگوں کو تیار کر کے گھر میں جمع کیا تھا، پھر آپ کے سامنے پروگرام رکھا تھا ... پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کے پروگرام کے مطابق یہاں آئے ہیں ...'' فرزانہ جلدی جلدی بولی۔

'' تم نے جگہ کا نام تجویز نہیں کیا تھا ... جگہ کا نام میں نے تجویز کیا ... لہٰذا تم میرے پروگرام کے مطابق یہاں موجود ہو ... دوسرے لفظوں میں میں اس ریاست کے اندرونی حالات کا جائزہ لینے کا پروگرام پہلے سے بنائے ہوئے تھا اور یہ ایک اتفاق تھا کہ تم نے سیر کا پروگرام بنا لیا ... لہٰذا میں نے سوچا ... کیوں نہ اسی طرف کا رُخ کر لیا جائے۔''

'' اور آپ اس قصبے کے اندرونی معاملات کا جائزہ کیوں لینا چاہتے تھے؟''

'' بہت عرصہ ہوگیا تھا، اس کے بارے میں عجیب وغریب باتیں

سنتے ہوئے ... سُن سُن کر حیرت ہوتی تھی کہ ہمارے ملک کا ایک حصہ ہوتے ہوئے آخر ہمارے ملک کا قانون یہاں کیوں نہیں چلتا ... سرکاری عہدے داران آخر حکومت کی بجائے ایک آدمی کا حکم کیوں مانتے ہیں... حکومت اس لاقانونیت کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتی ... یہی سب باتیں جاننے کے لیے میں نے یہاں کی سیر کا پروگرام بنا رکھا تھا ... بس لپیٹ میں تم آگئے ...'' وہ یہ کہتے وقت مسکرائے۔

'' لپیٹ میں ہم آگئے یا ہمارا پروگرام آگیا ...'' فاروق بولا۔

'' ابا جان ... یہ لوگ آخر کہتے کیا ہیں ...میرا مطلب ہے ... ان کا مذہب کیا ہے؟''

'' مذہب کی کوئی بنیاد ہو تو بتاؤ ... یہ مذہب تو یہودیوں کی سازش کے ذریعے وجود میں آیا ہے ... تاکہ مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا جاسکے ... بس تم اسے چوں چوں کا مربہ کہہ لو ... اس کی کوئی کل سیدھی نہیں ... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی اس قسم کی سازشیں ہوئی تھیں ... آپؓ نے ان تمام سازشوں کو سختی سے کچل دیا تھا ... اب بھی اس کا کچلا جانا ضروری ہے، ورنہ یہ لوگ ہمارے لیے اس قدر خوفناک ثابت ہوں گے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

'' تت ... تو ... کیا آپ اس پورے قصبے کو کچلنے کے ارادے سے آئے ہیں؟''

'' ارے نہیں ... ہم اتنے بڑے قصبے سے کس طرح ٹکر لے سکتے

ہیں ... یہ بات تو بعد کی ہے کہ ان لوگوں سے ٹکر کس طرح لی جائے فی الحال تو یہاں سے نکلنے کا مسئلہ ہے۔''

'' اور نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ...'' خان رحمان بڑبڑائے۔

'' خیر ... خان رحمان ... یہ تو نہ کہو ... صورت تو کوئی نہ کوئی ضرور بنے گی ... تم کہو تو میں اسی وقت نکل کر دکھا دوں ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' اسی وقت ... کیا کہہ رہے ہو جمشید ...'' پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

'' آپ چاہیں تو میں ابھی اپنی ترکیب پر عمل شروع کردوں ...'' وہ بولے۔

'' یہ ... یہ کیا ابا جان ...'' فاروق ہکلایا۔

'' خیر تو ہے ... کیا ہوا؟''

'' یہ آپ کب سے ترکیبیں سوچنے لگے ... وہ بھی فرزانہ کے ہوتے ہوئے ...'' فاروق نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ مسکرا اٹھے۔

'' بھئی جمشید ... اب تو تم نے ہمیں سسپنس میں مبتلا کردیا ہے... جس طرح جاسوسی کہانیاں لکھنے والے لوگوں کو سسپنس میں ڈال دیتے ہیں، لہٰذا اب یہاں سے نکل کر ہی دکھاؤ۔''

" اچھی بات ہے ... ابھی لو ... بالکل سیدھی سی ترکیب ہے ... محمود ذرا اپنا چاقو نکالنا۔"

" دھت تیرے کی ... محمود کے چاقو کو تو ہم بھول ہی گئے ..." فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

" اور اس کا جملہ استعمال کرنا یاد رہ گیا تمہیں ..." فرزانہ جل کر بولی۔

" لیکن ابا جان ... چاقو کی مدد سے تو ہم صرف اس کوٹھری سے نکل سکیں گے ... قید خانے سے تو نکل نہیں سکیں گے۔"

" پہلے یہاں سے تو نکلیں ... اس کے بعد باہر نکلنے کی تدبیر بھی کرلیں گے۔"

اس وقت تک محمود چاقو نکال چکا تھا ... انسپکٹر جمشید چاقو لے کر سلاخوں کی طرف بڑھے ہی تھے کہ فرزانہ بول اٹھی:

" ایک منٹ ابا جان ... یہ بات تو ہم جان ہی چکے ہیں کہ ہم اس کوٹھری سے کس طرح نکل سکتے ہیں ... تو کیوں نہ ہم یہ کام رات کو کریں ... اس وقت نگران سو رہے ہوں گے یا کم از کم اونگھ ضرور رہے ہوں گے۔"

" ویری گڈ فرزانہ ... میں بھی یہی کہنے والا تھا ..." محمود بولا۔

" تو پھر خاموش کیوں رہے ... کہہ کیوں نہیں گئے ..." فاروق نے منہ بنایا۔

" ڈرتا رہا کہ تم بولنے کا موقع ہی نہیں دو گے ..." اس نے بھنا کر کہا۔

" ٹھیک ہے ... ہم یہ کام رات کو کریں گے ..." انسپکٹر جمشید نے گویا فیصلہ سنایا۔

اور وہ رات کا انتظار کرنے لگے ... آخر ٹھیک گیارہ بجے رات محمود کے چاقو سے سلاخیں کاٹ ڈالی گئیں ... باہر نکل کر انسپکٹر جمشید ساتھ والی کوٹھری کے دروازے پر آئے۔

" کیوں بھئی ... کیا تم لوگ آزاد ہونا پسند کرو گے؟"

" آزادی سے بڑی نعمت بھی بھلا کوئی ہو سکتی ہے۔"

" اچھا سب لوگ جاگ جاؤ ... میں کوٹھریوں کے دروازے کھولنے کا انتظام کرتا ہوں ..." یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑے:

" تم لوگ یہیں ٹھہرو ... میں ابھی آتا ہوں۔"

" آپ ... آپ کہاں جا رہے ہیں ابا جان ..." فرزانہ بے چین ہو گئی۔

" چابیوں کا چھلا حاصل کرنے، چاقو سے سلاخیں کاٹنا شروع کیں تو دن نکل آئے گا۔"

" تت تو ... مہربانی فرما کر تنہا نہ جائیں ... کم از کم انکل کو ساتھ لے جائیں۔"

" اچھا خیر ... آؤ خان رحمان ... چلو۔"

دونوں دبے پاؤں گیٹ کی طرف چلے گئے ... پندرہ منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی ... چابیوں کا گچھا انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں نظر آیا۔

"سب نگران بے خبر سو رہے ہیں، کیونکہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی قیدی کوٹھری سے باہر نکل سکتا ہے۔"

"ہوں! تب تو معاملہ آسان ہے ... لیکن ہم قصبے سے کس طرح فرار ہو سکیں گے ..." محمود بولا۔

"فکر نہ کرو ... دیکھتے جاؤ۔"

انہوں نے ایک ایک کر کے تمام کوٹھریوں کے دروازے کھول ڈالے ... پھر سب قیدیوں کو ایک جگہ جمع کر کے بولے:

"اگر ہم نے ذرا بھی بے احتیاطی کی تو سب کے سب مارے جائیں گے اور اگر سب نے میری ہدایات پر عمل کیا تو میں آپ کو آپ لوگوں کے گھروں تک پہنچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ... آپ فکر نہ کریں۔"

"تو پھر سنیے ... اب ہم گیٹ کی طرف چلیں گے، اس طرح کہ ہلکی سی آہٹ بھی نہ پیدا ہو ... آپ لوگوں کو رائفلیں چلانا آتا ہے یا نہیں ... سب ایک ایک رائفل ضرور اپنے قبضے میں لے لیجیے گا ... نگران گہری نیند میں غرق ہیں ... رائفلیں ان کے دائیں بائیں پڑی ہیں، بہت آسانی سے اٹھائی جا سکیں گی۔"

وہ آگے بڑھے ... پندرہ منٹ بعد ان سب کے پاس ایک ایک

رائفل موجود تھی ... ابھی وہ دروازے سے نکلے نہیں تھے کہ دائیں طرف ایک اور تہہ خانے کا راستہ نظر آیا:

"اوہو ... شاید اس میں بھی قیدی موجود ہوں، کیوں نہ ہم انہیں بھی آزاد کراتے چلیں ..." انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"اس طرح ہم بہت خطرہ مول لیں گے۔"

"کوئی بات نہیں ... خطرہ مول لینا ضروری ہے ..." انہوں نے کہا، اور اس طرف بڑھے ... سیڑھیاں اُتر کر نیچے پہنچے تو لوہے کا ایک دروازہ نظر آیا ... اس پر بڑا سا تالا لگا تھا ... یہاں بھی کچھ نگران پڑے سو رہے تھے ... ان میں سے ایک کی پیٹی میں چابیوں کا گچھا نظر آیا ... گچھا نکال کر انہوں نے تالا کھولا اور اندر داخل ہوئے، سیڑھیاں اور نیچے جا رہی تھیں ... ساتھ ہی انہیں شدید سردی کا احساس ہوا۔

"یہ ... یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے ... جیسے ہم کسی سرد خانے میں جا رہے ہیں ..." فاروق بوکھلا اُٹھا۔

"تب یہ کوئی گودام ہوگا ... جسے برف کی طرح سرد رکھا جاتا ہوگا تاکہ چیزیں خراب نہ ہوں ..." فرزانہ بولی۔

"اب آ گئے ہیں تو دیکھ کر ہی جائیں گے۔"

نیچے اترتے اترتے آخر وہ ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہوئے ... دوسرا لمحہ انتہائی سنسنی خیز تھا ... ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ... اس قدر شدید سرد جگہ کے ہوتے ہوئے بھی ان کے مساموں سے

پسینہ چھوٹ گیا۔

☆☆☆

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا ... اتنا بڑا کہ اس جگہ سے انہیں ہال کی سامنے والی دیوار تک نظر نہیں آ رہی تھی ... ہال میں بڑی بڑی پیٹیاں رکھی تھیں ... ان پر ڈھکنے فٹ تھے ... ابھی تک انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ان پیٹیوں میں کیا ہے ... جس چیز نے ان کا پسینہ بہا دیا ... وہ یہ پیٹیاں نہیں تھیں، بلکہ ہال کی چھت سے لٹکے ہوئے چند انسانی جسم تھے... ان کے گلوں میں رسیاں بندھی تھیں اور پاؤں فرش سے بہت اونچے تھے ... گویا انہیں پھانسی دی گئی تھی۔

"اُف خدا ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"نہ جانے یہاں کتنے لوگوں کو پھانسی دی جا چکی ہے ... کئی کئی روز تک یہاں لاشیں لٹکتی رہتی ہوں گی اور پھر یہ لوگ کچھ اور لوگوں کو پھانسی دینے کے لیے انہیں اُتار کر کہیں دفن کر دیتے ہوں گے ... یہ جگہ سرد خانہ ہے ... اس لیے لاشیں بو نہیں چھوڑتیں ..." انسپکٹر جمشید نے لرزتی آواز میں کہا اور ایک ایک قدم اُٹھاتے لاشوں کے نزدیک پہنچ گئے۔

"اُف خدا ... ان میں سے تو کچھ جانے پہچانے اور بہت مشہور

لوگ بھی ہیں ... جو نہ جانے کتنے عرصے غائب ہیں ... پولیس ان کی تلاش میں پورے ملک کو چھانتی پھر رہی ہے ... اور یہ لوگ یہاں پھانسی پا چکے ہیں ..." ان کے لہجے سے گہرا غم جھلک رہا تھا۔

"آخر یہ سب کیا ہے ابا جان ..." یہ لوگ کیا کر رہے ہیں ..." فرزانہ کانپ کر بولی۔

"سازش ... ایک گھناؤنی سازش ... ہمارے ملک کے ہی خلاف نہیں ... ہمارے مذہب کے خلاف بھی ... یہ جتنے لوگ بھی لٹکے ہوئے ہیں ... سب کے سب مشہور و معروف مذہبی رہنما ہیں۔"

"اوہ !" وہ دھک سے رہ گئے۔

"آؤ ... اب ذرا ان پیٹیوں کو بھی دیکھ لیں۔"

"ان میں بھی لاشیں ہی ہوں گی ..." فاروق بولا۔

انسپکٹر جمشید محمود کا چاقو لیے آگے بڑھے اور ایک پیٹی کی میخیں اکھاڑ دیں ... پیٹی کا ڈھکنا اٹھایا ہی تھا کہ لڑکھڑا کر رہ گئے، انہیں زور سے چکر آیا ... لڑکھڑاتے قدموں سے وہ ان کے قریب پہنچے اور تھر تھر کانپتی آواز میں بولے:

"اُف خدا ... یہ سب کی سب پیٹیاں تو جدید ترین اسلحے سے بھری پڑی ہیں ... دشمن ممالک کے اسلحے سے۔"

"نہیں ..." ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لیکن ابا جان ... آپ نے تو ابھی صرف ایک پیٹی دیکھی ہے..."

خوفناک لمحات

وہ بلا کی رفتار سے دروازے کی طرف دوڑ پڑے، لیکن اس سے پہلے کہ اس تک پہنچتے ... دروازہ مکمل طور پر بند ہو چکا تھا ... وہ زور لگا کر رہ گئے ... ساتھ ہی ایک چہکتی آواز سنائی دی:

'' اُف ... اگر میری آنکھ نہ کھل گئی ہوتی تو کیا ہوتا ... ہم سب پہرے دار تو مارے گئے تھے بے موت ... سردار جاہ تو ہمیں اس سرد خانے میں پھانسی پر لٹکوا دیتے ... لیکن خیر ... اب باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہے ... سرد خانے کے اندر تم لوگ دو گھنٹے سے زیادہ ہوش میں نہیں رہو گے ... دو گھنٹے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ دروازہ کھولوں گا اور تم سب پر قابو پا کر کوٹھریوں میں منتقل کر دوں گا ... سردار جاہ کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی کہ تم لوگ نیچے ہی نیچے کیا کر گزرے تھے۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی قدموں کی آواز سنائی دی ... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

'' ابا جان ... کیا محمود کا چاقو یہاں کام نہیں دکھا سکے گا۔''

'' دکھا سکتا ہے، لیکن چونکہ اب وہ لوگ جاگ رہے ہیں، اس لیے ہم نقصان اُٹھائیں گے۔''

'' پھر ... کیا ہم ٹھٹھر کر بے ہوش ہو جائیں گے ...'' محمود نے کہا۔

'' اللہ مالک ہے ... اس نے ہمیں عقل سے نوازا ہے ... عقل سے بڑی کوئی طاقت نہیں ... ان پیٹیوں پر دونوں ہاتھ جما کر جسموں کو زور زور سے حرکت دینا شروع کر دو ... اس طرح ہم سب کے جسم حرکت کرتے رہیں گے ... ان میں گرمی پیدا ہوتی رہے گی ... شاید ہم بے ہوش ہونے سے بچ جائیں۔''

اس ترکیب پر فوراً عمل شروع کر دیا گیا ... دو گھنٹے تک انہوں نے مسلسل مشقت کی ... آخر دروازہ کھلنے کا وقت قریب آیا تو سب کے سب دروازے کے دائیں بائیں مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے ... رائفلوں کی سنگینیں دشمنوں کے سینے چاٹنے کے لیے بالکل تیار تھیں ... آخر خدا خدا کر کے دروازہ کھلا اور چند نگران اندر داخل ہوئے ... فوراً ہی ان کی چیخیں بلند ہوئیں اور پھر سناٹے میں گم ہو گئیں۔

وہ باہر نکلے ... اب میدان صاف تھا ... تھوڑی دیر بعد محل سے باہر نکل رہے تھے ... زیادہ تر نگران سوئے پڑے تھے ... چند ایک جو اونگھتے ملے ... ان پر انسپکٹر جمشید، خان رحمان اور یہ تینوں ٹوٹ پڑے ... محل کے باہر کئی کاریں کھڑی تھیں ... انہوں نے ایک ایک کار سنبھال

لی... چابیوں کا مسئلہ انسپکٹر جمشید کی ماسٹر کی سے حل ہوا ... وہ کاروں میں اس طرح بھر گئے جیسے کسی بند گاڑی میں قیدیوں کو ٹھونس دیا جاتا ہے ... آخر کاروں کا یہ قافلہ روانہ ہوا ... اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے اور ابھی تاریکی نہیں چھٹی تھی۔

کاریں پوری رفتار سے دوڑتیں قصبے سے نکل گئیں۔

'' خدا کا شکر ہے ... اب ہم خطرے سے باہر ہیں ...'' فرزانہ نے آسمان کی طرف دیکھا ... وہ محمود کے ساتھ بیٹھی تھی ... انسپکٹر جمشید نے اسے موٹر سائیکل یا کار چلانے کی اجازت نہیں دی تھی۔

'' لیکن جو خطرہ ہمارے ملک پر ہے ... ہم اس سے باہر نہیں ہوئے۔''

'' ابا جان اب اس کا بندوبست کر لیں گے ...'' محمود نے کہا۔

'' شاید یہ اتنا آسان نہ ہو۔''

'' اللہ مالک ہے ... دیکھا جائے گا ... اس خطرے سے اب نبٹنا ہی ہوگا۔''

دار الحکومت پہنچتے پہنچتے انہیں دن کے دس بج گئے ... تمام قیدیوں کو محکمہ سراغرسانی کی عمارت میں آئی جی صاحب کے حوالے کر کے وہ اپنی جیپ میں بیٹھے اور صدرِ مملکت سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے ... صدرِ مملکت اپنے دفتر میں موجود تھے ... انہوں نے فوراً ہی ان لوگوں کو بلا لیا، اس سے پہلے ہی وہ اپنا میک اَپ ختم کر چکے تھے۔

'' جمشید میں نے ایک کام پرسوں تمہارے ذمے لگایا تھا ... میرا مطلب ... وادیٔ مرجان سے ہے ...'' وہ ان پر نظر پڑتے ہی بولے۔

'' جی ... جی ہاں ... سر۔''

'' لیکن بھئی ... اب اس کی ضرورت نہیں ...'' وہ بولے۔

'' جی کیا مطلب ... ضرورت نہیں ... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں سر۔''

'' چند بہت ہی اہم آدمیوں نے سردار جاہ اور قصبے کے باقی تمام لوگوں کی ضمانت دی ہے کہ ان کا کوئی کام بھی ملک اور مذہب کے خلاف نہیں ہوگا۔''

'' یہ ... یہ کیسے ہوسکتا ہے ...'' وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولے۔

'' کیا مطلب ... کیا نہیں ہوسکتا ...'' صدرِ مملکت حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

'' ان بہت ہی اہم لوگوں کے نام کیا ہیں سر ... اور انہیں یہ ضرورت کیوں پیش آئی کہ آپ کو یہ ضمانت دیں۔''

'' وادیٔ مرجان کے بارے میں ان سب سے مشورہ کیا گیا تھا... ان کا مشورہ موصول ہونے سے پہلے ہی میں نے تمہاری ڈیوٹی لگا دی، اس کے بعد انہوں نے ضمانت دی۔''

'' اوہ ... تو یہ بات ہے ... کیا ان لوگوں کے نام آپ کے پاس موجود ہیں سر!''

"ہاں، کیوں نہیں ..." انہوں نے فوراً کہا۔

"تب پھر ... سر ... ان لوگوں کو فوری طور پر گرفتار کر لیا جائے... یہ اقدام انتہائی ضروری ہے۔"

"جمشید! تم کیا کہہ رہے ہو ... میں ان لوگوں کو کس جرم کے تحت حراست میں لوں ... انہوں نے کیا کیا ہے ... آخر تم یہ تجویز کیوں پیش کر رہے ہو ... شاید تم نہیں جانتے ... وہ کتنے بڑے بڑے آفیسر ہیں... ملک میں شدید گڑ بڑ ہوسکتی ہے ... بغاوت کی آگ بھڑک سکتی ہے ..." صدر صاحب کے الفاظ انتہائی ہولناک تھے۔

"اوہ ... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں ... میرے خدا ... اب ... اب کیا ہوگا ..." انسپکٹر جمشید لرزتی آواز میں بولے۔

"آخر بات کیا ہے جمشید ... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"یہ کہ میں وادیٔ مرجان کا جائزہ اندر سے لے آیا ہوں ..." انہوں نے کہا۔

"کیا! ... یہ کس طرح ہوسکتا ہے ... تم اتنی جلدی کس طرح جائزہ لے سکتے ہو ... جب کہ ابھی پرسوں تو میں نے تمہیں یہ ڈیوٹی سونپی تھی ... اس قدر جلد تم وہاں سے ہو بھی آئے اور جائزہ بھی لے آئے ... جمشید ... تم نیند میں تو نہیں ہو ..." صدر صاحب جلدی جلدی بولے۔

"نہیں سر! میں نیند میں ہرگز نہیں ہوں ... یہ حقیقت ہے، میں

وہاں سے ہو آیا ہوں، نہ صرف میں بلکہ میرے ساتھ پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی تھے ... محمود، فاروق اور فرزانہ تو خیر تھے ہی۔"

"تو پھر تمہارا جائزہ کیا کہتا ہے ..." وہ بے چین ہو کر بولے۔

"یہ نیا مذہب دراصل ہمارے مذہب اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش ہے ... لوگوں کو ان کے ایمان سے ہٹانے کی ایک چال ہے ... اور اس مذہب کے ماننے والوں کو وادیٔ مرجان الاٹ کر دی گئی ... یہ بھی سازش ہے ... تاکہ پہاڑوں کے درمیان گھری اس محفوظ وادی میں وہ لوگ اپنے پاؤں مضبوط کرسکیں ... اندر ہی اندر جڑ پکڑتے چلے جائیں ... اور ایک دن ہمارے لیے ایک خوفناک مسئلہ بن جائیں ... نہ صرف ہمارے لیے، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے لیے ... اس خطرے کو اگر آج ہی نہ روکا گیا، اس کی جڑیں نہ اکھاڑ پھینکی گئیں تو پھر اسے ہٹانا آسان نہیں ہوگا ... ہماری آئندہ نسلیں نہ جانے کب تک ان سے چوٹ پر چوٹ کھاتی رہیں گی، لیکن انہیں شکست شاید نہ دے سکیں... یہ سازش کوئی معمولی سازش نہیں ہے ... کئی اسلام دشمن ممالک کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے ... اور انہی ممالک کے اسلحے اور دولت کے بل پر پروان چڑھ رہی ہے ... اور اب آپ مجھے بتا رہے ہیں کہ ان لوگوں کی ضمانت بڑے بڑے آفیسرز دے رہے ہیں، گویا وہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔"

"جمشید ... ایک منٹ ... تم نے کیا کہا ... اسلحہ ... کیسا اسلحہ۔"

"جی ہاں ... اسلحے کے ذخائر ... اتنے بڑے ذخائر کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے، وادیٔ مرجان میں موجود ہیں ... سردار جاہ کے محل کے نیچے ایک اتنا بڑا تہہ خانہ ہے کہ اس کی سامنے والی دیوار نظر نہیں آتی اور اس اتنے بڑے تہہ خانے میں اسلحے کی پیٹیاں بھری پڑی ہیں، ان پیٹیوں میں اسلحہ اوپر تک بھرا ہوا ہے اور اس تہہ خانے میں ہمارے بہت ہی اہم اور مشہور و معروف علماء کرام لٹکے ہوئے ہیں ... ان کے گلوں میں رسیاں ڈال کر پھانسی دے دی گئی ہے ... یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کی پولیس آج تک ان کی گم شدگی کا سراغ نہیں لگا سکی ... لگائے بھی کیسے، وہ تو سردار جاہ کے محل کے نیچے لٹکے ہوئے ہیں ... ان حالات میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

صدرِ مملکت سکتے کے عالم میں انسپکٹر جمشید کو دیکھنے لگے ... ان کا چہرہ تاریک پڑ گیا تھا ... آنکھیں گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں ... دفتر میں موت کی خاموشی چھا گئی ... انہیں یوں لگا جیسے اب وہاں کوئی کچھ نہیں بولے گا ... لیکن پھر صدرِ مملکت کی آواز اُن کے کانوں سے ٹکرائی:

"جمشید! تم تو مجھے ڈرائے دے رہے ہو۔"

"نہیں سر! میں آپ کو کیا ڈراؤں گا ... میرے تو اپنے پیروں تلے سے زمین نکلی ہوئی ہے۔"

"تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"ہمارے فرار کی اطلاع اب تک سردار جاہ کو مل چکی ہوگی ...

سردار جاہ اس تہہ خانے سے لاشیں تو کسی اور جگہ بھجوا سکتا ہے، لیکن اسلحے کا اتنا بڑا ذخیرہ اور کہیں نہیں بھیجا جا سکتا ... لہٰذا وہ تلاشی نہیں دے گا ... آپ ایسا کریں کہ ان تمام آفیسر کو فوری طور پر یہاں پہنچنے کی ہدایت کریں ... میں دیکھنا چاہتا ہوں ... یہ لوگ دراصل کیا ہیں۔"

"اچھی بات ہے ... میں ابھی سیکریٹری کو فون پر ہدایات دیتا ہوں ..." انہوں نے کہا اور ریسیور اٹھا کر نمبر ملانے لگے ... سلسلہ فوراً ہی مل گیا ... ہدایات دینے کے بعد انہوں نے ریسیور رکھ دیا، اسی وقت انسپکٹر جمشید بولے:

"بہتر ہوگا کہ آپ اپنے حفاظتی دستے کو خفیہ طور پر یہاں مقرر کر دیں، اگر ان لوگوں کی طرف سے کسی گڑبڑ کا اندیشہ ہو تو انہیں فوری طور پر قابو میں کر لیا جائے۔"

"اچھی بات ہے ... ایسا ہی کیا جائے گا ... خدا جانے کیا ہونے والا ہے، میرا تو دل دھک کر رہا ہے۔"

"شکریہ ... آپ پریشان نہ ہوں۔"

انہوں نے حفاظتی دستے کے لیے ہدایات دیں ... بیس منٹ بعد آفیسرز کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا ... ان کے چہروں پر قدرے حیرت کے آثار تھے ... آخر جب سب لوگ آ گئے تو صدر صاحب بولے:

"آپ لوگوں کو اچانک تکلیف دی گئی ... اس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں ... دو روز پہلے میں نے انسپکٹر جمشید کو وادیٔ مرجان کے

بارے میں رپورٹ پیش کرنے کی ہدایات دی تھیں، اس کے بعد آپ لوگوں کے ساتھ اس معاملے پر بات چیت ہوئی ... آپ لوگوں نے ضمانت دی کہ وادیٔ مرجان کے لوگ حکومت اور مذہب کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے ... چنانچہ میں نے سوچا انسپکٹر جمشید کو اس سلسلے میں روک دیا جائے ... جب آپ لوگ ضمانت دیتے ہیں تو ظاہر ہے ... اب کسی کارروائی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔''

'' بالکل ٹھیک سر ... ہم پوری طرح ذمے داری لیتے ہیں ...'' ایک آفیسر نے کہا۔

'' کیا آپ لوگوں کو وہاں کے حالات مکمل طور پر معلوم ہیں؟'' انسپکٹر جمشید سرسری انداز میں بولے۔

'' بالکل ... وہاں ہر طرح امن وامان ہے، کوئی گڑبڑ نہیں ... لہٰذا ہمارا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ ان لوگوں کو آزادانہ زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے ... اسلام ہمیں تنگ نظری نہیں سکھاتا، وہ دوسرے مذاہب والوں کو بھی جینے کا حکم دیتا ہے۔''

'' جی ہاں! بشرطیکہ دوسرے مذاہب والے اسلام کے خلاف سازشیں نہ کریں، اس کی جڑیں کاٹنے کی فکر میں نہ رہیں۔''

'' بالکل ٹھیک ... ہم اطمینان دلا چکے ہیں کہ وادیٔ مرجان کے رہنے والے کسی سازش میں شریک نہیں ... ان سے ملک کو کوئی خطرہ نہیں۔''

'' اور یہ جو کہا جارہا ہے کہ گم شدہ علماء کرام کی گم شدگی میں وادیٔ مرجان کے لوگوں کا ہی ہاتھ ہے۔''

'' یہ فسادی لوگوں کا پروپیگنڈہ ہے ... افواہیں ہیں اور بس ... ان کی گم شدگی سے ان لوگوں کا ذرا بھی تعلق نہیں۔''

'' سوال یہ ہے کہ آپ لوگ اتنے وثوق سے یہ باتیں کس طرح کہہ سکتے ہیں؟''

'' ہم نے وادیٔ مرجان جا کر حالات کا جائزہ لیا ہے ... سردار جاہ سے ملاقات کی ہے ... وہ بہت نفیس آدمی نظر آئے ہیں۔''

'' ہمارے کچھ علماء کرام کا خیال ہے کہ ان کے ساتھی سردار جاہ کے حکم سے اغوا کیے گئے ہیں ... دوسرے یہ کہ وادیٔ مرجان میں سردار جاہ کے محل کے نیچے ایک بہت بڑا تہ خانہ ہے، اس تہ خانے میں ان کے ساتھی تو موجود ہی ہیں، اسلحے کا ایک اتنا بڑا ذخیرہ بھی موجود ہے جو پوری ایک فوج استعمال کر سکتی ہے۔''

'' یہ بالکل غلط خیال ہے ... بے بنیاد ہے۔''

'' ہمارا بھی یہی خیال ہے، لیکن عوام کا کیا کیا جائے ... عوام میں تو یہ خیال جڑ پکڑتا جارہا ہے ... ان کی بے چینی بڑھ رہی ہے، آپ لوگ خود سوچیے ... عوام کی بے چینی کا کیا علاج ہوسکتا ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' ہوں، تب پھر آپ کیا علاج تجویز کرتے ہیں؟''

'' سب سے پہلے سردار جاہ کے محل کی تلاشی ... اگر وہاں کوئی تہہ خانہ نہ ہو اور اسلحے کا ذخیرہ نہ ملے تو ہم ان سے معافی مانگ لیں گے... اس طرح کروڑوں کی تعداد میں عوام مطمئن ہوجائیں گے۔''

'' بغیر کسی بات کے اتنا بڑا اقدام کیا جائے گا ... سردار جاہ جیسے بڑے آدمی کے محل کی تلاشی لی جائے گی ... یہ ... یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ...'' ایک آفیسر نے منہ بنایا۔

'' اگر آپ لوگ واضح الفاظ میں سننا پسند کرتے ہیں تو میں عرض کیے دیتا ہوں کہ ... سردار جاہ کے محل کے نیچے ایک بہت عظیم تہہ خانہ موجود ہے، اس تہہ خانے میں نہ صرف اسلحے کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں بلکہ وہاں گم شدہ علماء کی لاشیں بھی موجود ہیں۔''

'' یہ بات آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں ...'' ایک اور آفیسر نے منہ بنایا۔

'' اس لیے کہ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں ... نہ صرف میں ... بلکہ میرے یہ سب ساتھی بھی ... ان سب کے علاوہ ہم وہاں سے کچھ قیدی بھی آزاد کرا کے لائے ہیں، انہوں نے بھی سب کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ سب لوگ اس وقت محکمہ سراغرسانی کی عمارت میں موجود ہیں، اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔''

'' اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا ...'' ایک آفیسر بڑبڑائے۔

'' تب پھر یقین دلانے کی کیا صورت ہوسکتی ہے ...'' انسپکٹر جمشید

بولے۔

'' ٹھیک ہے ... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ... ان حالات میں سردار جاہ کے محل کا محاصرہ ضرور کرلیا جانا چاہیے ...'' آخر ایک نے کہا۔

'' بہت خوب ... مجھے امید تھی کہ آپ لوگ آخر کار یہی فیصلہ دیں گے۔''

'' تو کیا جناب والا ... ہمیں اب اجازت ہے ...'' ایک آفیسر نے صدر مملکت کی طرف مڑتے ہوئے کہا، دوسرے بھی ان کی طرف دیکھنے لگے۔

'' اس سوال کا جواب بھی جمشید سے لیجیے ...'' وہ بجھی بجھی مسکراہٹ سے بولے۔

'' جی ہاں کیوں نہیں ... جب تک ہم یہ آپریشن مکمل نہیں کر لیتے... آپ لوگ یہیں ٹھہریے۔''

'' کیوں ...اس کی کیا ضرورت ہے ...'' ایک آفیسر قدرے تیز واز میں بولا ... یہ کوئی بڑا فوجی آفیسر تھا۔

'' میں اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں ... آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے ... یہ فرمایئے۔''

'' ہماری حیثیت ... ہم کوئی چھوٹے موٹے آفیسرز نہیں ہیں کہ ہماری وجہ سے کوئی مخبری ہوجائے گی۔''

'' یہ بات نہیں ... بات دراصل یہ ہے کہ آپ لوگوں کی طرف

سے وادیٔ مرجان کی سفارشیں کی گئی تھیں ... لہٰذا ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کہیں آپ لوگوں کی ہمدردیاں وادیٔ مرجان کے لوگوں کے ساتھ تو نہیں ہیں۔"

"کک ... کیا مطلب!" کئی چونکی ہوئی آوازیں اُبھریں۔

"اب میں اور کیا وضاحت کروں ..." انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

"تو کیا ... ہم خود کو زیرِ حراست خیال کریں؟"

"بہتر تو یہ ہوگا کہ آپ خود کو صدر صاحب کے مہمان خیال کریں۔"

"جنابِ صدر ... آپ کیا فرماتے ہیں ..." ایک آفیسر بھنا کر ان کی طرف مڑا۔

"وہی ... جو جمشید کہہ رہا ہے ..." انہوں نے پختہ آواز میں کہا۔

"گویا ہم زیرِ حراست ہیں۔"

"ہاں!" صدر صاحب بولے۔

ساتھ ہی ان کا خاص دستہ دروازے میں سے داخل ہونے لگا ... انہوں نے ننگی تلواریں سونتی ہوئی تھیں ... صدر مملکت کے دفتر میں فائرنگ کی آوازیں گونجنا مناسب نہیں تھا، لہٰذا یہ دستہ ایسے موقعوں پر تلواروں سے کام لیتا تھا ... ننگی تلواروں کو سروں پر چمکتے دیکھ کر وہ سب آفیسر خوف زدہ ہوگئے ... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز گونجی:

"حاضرین ... یہ آپ لوگوں کے خلاف انتہائی نرم اقدام ہے، ورنہ اس میں ہمیں کوئی شک نہیں کہ آپ لوگ اپنے ہی ملک کے خلاف سازش میں برابر کے شریک ہیں ... کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں ... سردار جاہ کے محل کے نیچے کیا کچھ ہے ... لیکن آپ نے حکومت کو اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی ... الٹا آپ اس علاقے اور علاقے کے لوگوں کی سفارش کر رہے ہیں ... یہی آپ کے جرم کا ثبوت ہے ... آپ کو اس جرم کے تحت خصوصی قید خانے میں بھیجا جا رہا ہے ... امید ہے، معاف فرمائیں گے۔"

"لیکن ... ہمیں زیادہ دیر قید نہیں رکھا جاسکے گا۔"

"کیوں ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"وادیٔ مرجان کے معاملات میں دخل اندازی اتنی آسان نہیں، جتنی کہ انسپکٹر صاحب سوچ رہے ہیں ... انسپکٹر صاحب ابھی کل کے بچے ہیں ... انہیں کیا معلوم ... وادیٔ مرجان کیا ہے ... یہ ایک چھوٹا سا ... بالکل ننھا سا ملک ... جو پہلے ہی نہ جانے کتنے اسلامی ملکوں کو نچائے دے رہا ہے ... تمہارے اس اقدام سے اس قسم کا ایک دوسرا علاقہ وجود میں آنے والا ہے۔"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وادیٔ مرجان کے لوگ باقاعدہ جنگ کریں گے اور یہ وادی ہمارے لیے ناقابلِ تسخیر علاقہ ثابت ہوگی..." انسپکٹر جمشید بے چین ہو کر بولے۔

”ہاں، تم لوگ ملک میں خود ہی آگ لگانے کی ٹھان چکے ہو ... اس آگ میں تمہارا سب کچھ جل جائے گا۔“

”معاف کیجیے گا ... اگر ہم کوئی قدم نہیں اٹھاتے ... اس صورت میں بھی کیا باقی بچے گا ...“ انسپکٹر جمشید طنزیہ انداز میں مسکرائے، پھر دستے کے انچارج سے بولے:

”انہیں لے جائیے۔“

اور جلد ہی کمرہ ان لوگوں سے خالی ہوگیا ... اس وقت صدر صاحب نے ایک لمبا سانس کھینچا:

”اُف جمشید ... یہ کیا کچھ سننے میں آیا ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ... کہ ہم بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال رہے ہیں، لیکن اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے ... مُلک کو اس چھتے سے پاک کرنا ہی ہوگا۔“

”خیر ... اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

”تینوں افواج کے سربراہوں کو فوری طور پر بلوائیے ... خان رحمان بھی ان کے ساتھ بیٹھیں گے ... یہ سوچنا ان لوگوں کا کام ہے ... کہ اب کیا کیا جائے گا ... میں صرف اتنا کہوں گا ... کہ ہم جس قدر کام انتہائی خاموشی سے کرگزریں گے، اتنا ہی بہتر رہے گا۔“

”مشکل یہ ہے کہ ہمارے فرار کی تفصیل سردار جاہ کو معلوم ہو چکی ہوگی ... صاف ظاہر ہے، یہ بات چھپی رہنے والی ہے ہی نہیں ...

ان حالات میں وہ بھی پوری تیاری کیے بیٹھا ہوگا ...“ خان رحمان بولے۔

”یہی تو سوچنا ہے ... کہ کیا کیا جائے ... کام تو یہی بہتر ہے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔“

”ہم ایسی کوئی تجویز سوچنے میں انشاء اللہ کامیاب ہوجائیں گے ...“ خان رحمان بولے۔

”میں فون کرتا ہوں۔“

صدرِ مملکت فون پر جٹ گئے۔

”مجھے حیرت ہے ابا جان ... سردار جاہ ہمارے فرار کی اطلاع ان لوگوں میں سے کسی کو کیوں نہ دے سکا ...“ محمود دبی آواز میں بولا۔

”بھئی یہ لوگ دیر تک سوتے رہنے کے عادی ہیں ... پہرے داروں کی اپنی پر بنی ہوگی ... لہٰذا اس طرح اسے بہت دیر سے اطلاع ملی ہوگی ... ادھر ہم ان لوگوں کو یہاں بلا چکے تھے۔“

”کیا آپ کے خیال میں وادیٔ مرجان کا محاصرہ اتنا ہی ٹیڑھا کام ہوگا۔“

”ہاں ... بہت ... لیکن ہوسکتا ہے ... میرے اندازے بالکل غلط ثابت ہوجائیں۔“

”ایسا ہم نے کبھی ہوتے ہوئے دیکھا تو نہیں ...“ فاروق گنگنایا۔

"میری خواہش ہے، ہم بھی اس مہم میں اپنی فوج کا ساتھ دیں۔"

"ساتھ دینے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہم وادیٔ مرجان ہی جائیں ... ہم اپنے حصے کا کام یہاں رہ کر بھی کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"یہ جنگ صرف وادیٔ مرجان میں نہیں ... ہمارے ملک کے ہر حصے میں لڑی جائے گی۔"

"کیا ... کیا مطلب!" فاروق بوکھلا اُٹھا۔

"بھئی اس مذہب کے پیروکار صرف وادی میں ہی نہیں، ہمارے ملک میں موجود ہیں ... ان کے بارے میں ہمیں واضح طور پر معلوم نہیں... وہ ہم میں ملے ہوئے ہیں ... لہٰذا ہمارے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے ... ہمارا کام ہوگا کہ ان لوگوں سے اپنے سادہ لوح عوام کو بچائیں، تاہم میں تمہیں محاذِ جنگ تک بھی لے چلوں گا ..." انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں ... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

عین اسی وقت صدرِ مملکت فون کر کے فارغ ہو گئے، ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی ... انہوں نے ریسیور اٹھا کر پھر کان سے لگا لیا اور بولے:

"ہیلو ... ہاں غوری ... کون بات کرنا چاہتا ہے ... کیا کہا ...

سردار جاہ ... اچھا۔"

ان کے الفاظ سن کر وہ چونک اٹھے اور صدر صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔

☆☆☆

"ہیلو سردار جاہ صاحب ... کہیے ... صبح صبح فون کی کیا ضرورت پڑ گئی ..." صدرِ مملکت پرسکون آواز میں بولے اور دوسری طرف کی بات سننے لگے ... آخر پھر بولے:

"یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

گفتگو کا یہ سلسلہ چند منٹ تک جاری رہا، آخر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور اُن کی طرف مڑے:

"سردار جاہ کو ابھی ابھی تم لوگوں کے فرار کی اطلاع ملی ہے، وہ آگ بگولا ہو رہا ہے ... اس کا مطالبہ ہے کہ تم لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے، اس نے تم لوگوں پر الزام لگایا ہے کہ تم نے ان کے علاقے میں گڑ بڑ کی ہے ... انتظامیہ سے ٹکرائے ہو ... اور بھی بے شمار باتیں اس نے کی ہیں ... میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ تم لوگوں سے فوری طور پر جواب طلبی کی جائے گی اور پھر اسے اطلاع دی جائے گی۔"

"ہوں ... آپ نے اسے بالکل ٹھیک جواب دیا، لیکن صورت

حال زیادہ دیر اس سے چھپی نہیں رہے گی ... آپ کو فون کرنے کے فوراً بعد وہ اپنے ان آفیسرز کو فون کرے گا، لیکن ان میں سے کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کر پائے گا ... ان کے گھر کے لوگ اسے اطلاع دے دیں گے کہ انہیں صدرِ مملکت نے بلایا ہے ... لہٰذا اب ہمیں بھی عمل کے لیے تیار ہوجانا چاہیے ...'' انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

اسی وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی ... فوراً بعد فوج کے سربراہ اندر داخل ہوئے۔

☆☆☆☆☆

نیا محاذ

سب لوگوں کے اطمینان اور سکون سے بیٹھ جانے کے بعد صدرِ مملکت نے کہنا شروع کیا:

''آپ لوگ حیران تو ہوں گے کہ اس طرح اچانک کیوں طلب کیا گیا ہے ... میں مختصر طور پر وجہ عرض کروں گا، وضاحت انسپکٹر جمشید کریں گے، ان کا خیال ہے کہ ہم سب یعنی پورا ملک ہی نہیں، بلکہ پورا عالمِ اسلام خطرے میں ہے، ہم خاص طور پر، کیونکہ پہلا وار ہم پر ہی ہوگا، لیکن ان کا کہنا ہے، اس سے پہلے کہ ہمیں نشانہ بنایا جائے، کیوں نہ ہم دشمن کی تکا بوٹی کردیں ... دس یا بیس سال بعد ان کی طاقت کیا ہوگی، ان کے ارادے کیا ہوں گے، کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن اگر ہم آج ہی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے تو کم از کم ان کے ارادوں کی خبر ضرور ہوجائے گی ... بات آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی ہوگی ... خیر یہ اشارا ہے وادیٔ مرجان کی طرف ... ہم نے براہِ راست اقدام کا فیصلہ کیا ہے، کیونکہ انسپکٹر جمشید اور ان کی پارٹی اس وادی کا جائزہ اندر

سے لے آئے ہیں ... اب یہ آپ کو تفصیل سنائیں گے اور پھر آپ لوگ مل کر طے کریں گے کہ کیا کرنا ہے ... یا یہ اندازہ لگائیں گے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں ... کتنے پانی میں ہیں، کتنے خطرے میں ہیں ...''
یہاں تک کہہ کر صدرِ مملکت خاموش ہوگئے۔

اب انسپکٹر جمشید کی باری آئی ... انہوں نے تمام حالات جو پیش آئے تھے، تفصیل سے سنا دیے ... ان کے خاموش ہونے پر تینوں سربراہ سوچ میں گم ہوگئے، آخر بری فوج کے سربراہ بولے:

'' آج اگر وہاں اسلحے کی صورتِ حال یہ ہے تو دس بیس سال بعد تو پوزیشن نہ جانے کیا ہوگی ... بیس سال بعد ہمیں نسبتاً بہت بڑے خطرے کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا کیوں نہ ہم آج ہی حملہ کردیں ... اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں۔''

'' میں تائید کرتا ہوں ...'' فضائیہ کے چیف بولے۔

'' اور میں بھی ...'' بحریہ کے سربراہ نے فوراً کہا۔

'' خان رحمان سے تو آپ لوگ واقف ہی ہوں گے، اس جہاد میں آپ انہیں بھی ساتھ لے لیں۔''

'' ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔''

'' یوں تو ہم خود بھی حصہ لیں گے ...'' فاروق بول اُٹھا۔

'' ٹھیک ہے ... اب ہم جا کر حملے کی تفصیلات طے کریں گے، پھر آپ لوگوں کو اطلاع دے دی جائے گی، خان رحمان کو ہم ساتھ لیے

جاتے ہیں۔''

اس طرح یہ میٹنگ ختم ہوئی، دوسرے دن حملے کی تفصیلات انہیں بتا دی گئیں اور ملک کی فوج نہایت خاموشی سے چاروں طرف سے وادیٔ مرجان کی طرف بڑھنے لگی ... اپنی جیپ میں وہ بھی ایک دستے کے ساتھ رواں دواں تھے:

'' ابا جان ... شاید یہ پہلا موقع ہے کہ ہمارے ملک کی فوج ہمارے ملک کے ایک علاقے کے خلاف ہی لڑنے جا رہی ہے ...'' فرزانہ بولی۔

'' نہیں بھئی ... یہ پہلا موقع نہیں ... بغاوت تو کسی نہ کسی جگہ عام طور پر ہو ہی جاتی ہے ... اور اکثر ایسے موقعوں پر فوج کو حرکت میں آنا پڑتا ہے ... ہاں تم یہ کہہ سکتی ہو کہ اتنے بڑے پیمانے پر فوج اپنے ہی ملک کے ایک علاقے کے خلاف کبھی حرکت میں نہیں آئی ہوگی ...'' وہ بولے۔

'' میرے خیال میں جنگ ایک دن سے زیادہ جاری نہیں رہ سکے گی ...'' محمود نے کہا۔

'' خدا کرے، ایسا ہی ہو، لیکن آثار ایسے نظر نہیں آتے ...'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

'' آخر کیوں ابا جان ... وادیٔ مرجان کے لوگ ہوں گے ہی کتنے، وہ سب کے سب تو فوجی نہیں ہیں ... عام شہری ہیں ...'' فاروق

نے کہا۔

"تب پھر اسلحے کے اس قدر بڑے ذخیرے کی وہاں کیا ضرورت ہے..." انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"یہ بات تو ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فوج کو دیکھ کر وہ لوگ اِدھر اُدھر فرار ہونے کی کوشش کریں اور وادیٔ مرجان کو بالکل خالی کردیں۔"

"اس صورت میں اسلحہ ہمارے قبضے میں ہوگا۔"

"ارے... لیکن اسلحے کا اتنا بڑا ذخیرہ وادی تک آیا کس راستے سے..." فرزانہ چونک کر بولی۔

"پہاڑوں کے راستے... شاید خفیہ راستے پہاڑوں میں بنائے گئے ہیں... ان کی پشت پر کئی دشمن ممالک موجود ہیں، ایسی سازشیں غیر ملکی امداد اور سرپرستی کے بغیر نہیں پنپ سکتیں۔"

"ہوں! خدا اپنا رحم کرے... اس بار ہم ایک بہت بڑی مہم سر کرنے نکلے ہیں... اتنی بڑی کہ فوج کا بڑا حصہ ہمارے ساتھ چل رہا ہے... ملک کی سرحدوں پر فوج کا بہت تھوڑا حصہ رہ گیا ہے... ایسے میں خدانخواستہ دشمن ملک حملہ کردے تو؟"

"ہاں! ہم بہت بڑی اُلجھن میں مبتلا ہوسکتے ہیں..." انسپکٹر جمشید بولے... "لیکن میں پھر وہی بات کہوں گا، اس کے سوا چارہ ہی کوئی نہیں... یہ خطرہ روز بروز بڑا ہی ہوگا، کم نہیں ہوگا... مستقبل میں

حالات زیادہ نازک صورت اختیار کرچکے ہوں گے۔"

فوج کا یہ قافلہ آخر وادیٔ مرجان کے سامنے پہنچ گیا... پہاڑ انہیں دُور سے نظر آنے لگے... وادی کے تین طرف پہاڑ تھے... صرف سامنے والا حصہ میدانی تھا اور اسی طرف سے وادی میں داخل ہوا جاسکتا تھا... فوج نے اپنا کام شروع کردیا... مورچے بنائے جانے لگے... ساتھ ساتھ فوج آگے بھی بڑھ رہی تھی... ایسے میں خان رحمان ان کے قریب آئے اور لرزتی آواز میں بولے:

"جمشید... وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔"

"کیا مطلب!" وہ چونک کر بولے۔

"تم نے شاید پہاڑوں کی طرف توجہ نہیں دی..." وہ بولے۔

اب انہوں نے ایک ساتھ پہاڑوں کی بلندیوں کی رف دیکھا، اور دور دور تک دیکھتے چلے گئے... انہیں یوں لگا جیسے جسموں سے جان نکل گئی ہو... پہاڑوں پر مسلح آدمی مورچے سنبھالے بیٹھے تھے... رائفلوں کے رُخ ان کی طرف تھے... گویا وادیٔ مرجان کے لوگ اس وقت وادی میں نہیں پہاڑوں پر تھے اور سردار جاہ کے محل کے نیچے جو اسلحہ موجود تھا، وہ اس وقت ان کے ہاتھوں میں نظر آرہا تھا... گویا وہ جنگ کے لیے پوری طرح تیار تھے۔

"اس کا مطلب ہے، ہمیں باقاعدہ جنگ لڑنا ہوگی..." فرزانہ نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

" اور یہ جنگ آسان نہیں ہوگی ... وہ سب کے سب اونچائی پر ہیں ... ہمیں آسانی سے نشانہ بنا سکتے ہیں ... جب کہ ہمارے فوجیوں کے لیے حالات انتہائی نازک ہیں ... پہاڑوں میں چھپے ہوئے دشمنوں کو نشانہ بنانا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔"

" پھر ... اب کیا ہوگا۔"

" جنگ تو ہمیں لڑنا ہوگی ... اب پیچھے ہٹنا ممکن نہیں رہا ... میرا مشورہ ہے جمشید، تم بچوں کو لے کر دارالحکومت لوٹ جاؤ۔"

" کیوں ..." انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

" یہ جنگ جلد ختم نہیں ہونے والی ... طول کھینچ جائے گی ... ہوسکتا ہے ... یہ ایک ہفتے تک ختم ہوجائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک سال تک بھی ختم نہ ہو۔"

" اُف خدا ... ایک سال ... تک ..." فرزانہ چلاّ اُٹھی۔

" ہاں ! دور بین کے ذریعے ان لوگوں کے چہروں کے تاثرات میں نے دیکھے ہیں ... ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے اس جنگ کے لیے انہوں نے ایک مدت سے تیاری کر رکھی تھی، یہاں تک کہ انہوں نے پہاڑوں میں مورچے بھی پہلے سے بنا رکھے تھے۔"

" ٹھیک ہے ... اگر تم یہی مناسب سمجھتے ہو تو ہم واپس چلے جاتے ہیں ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

" لیکن ابا جان ... ہم چاہتے تھے ... ہمارے سامنے جنگ چھڑ

جاتی، پھر ہم یہاں سے روانہ ہوتے ..." فرزانہ نے کہا۔

" تم کیا سمجھتی ہو ... ایک دو گھنٹے بعد جنگ چھڑ جائے گی ... اس میں کئی دن لگ جائیں گے۔"

" اوہ !" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

" تب تو ہم چلے ہی جاتے ہیں۔"

" ہاں ! اور ہم نے اچھا کیا، پروفیسر صاحب کو اس وقت ساتھ نہیں لائے۔"

آخر وہ ان سے رخصت ہوئے ... اب ان کی جیپ واپس جا رہی تھی ... وہ مڑ مڑ کر پہاڑوں کی طرف دیکھ رہے تھے ... جہاں تک ان کی نظر جارہی تھی ... پہاڑوں پر مسلح آدمی نظر آ رہے تھے ... ابھی تقریباً نصف گھنٹا چلے ہوں گے کہ سڑک کے بیچوں بیچ چند بڑے پتھر گرے پڑے نظر آئے:

" شاید پتھروں کا کوئی ٹرک جا رہا تھا، یہ اس میں سے گرے ہیں..." فرزانہ بڑبڑائی۔

انسپکٹر جمشید نے جیپ روک لی اور پریشان آواز میں بولے:

" لیکن میں محسوس کر رہا ہوں ... یہ کوئی چال ہے۔"

" اوہ !" ان کے منہ سے نکلا ... ساتھ ہی انہوں نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی ... وہ چونک کر مڑے ... اور دھک سے رہ گئے ... انسپکٹر کریم خالد تقریباً پچیس کانسٹیبلوں کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا،

ان سب کے پاس پستول تھے اور ان کی نالیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

☆☆☆☆☆

'' دوسری ملاقات کافی خوشگوار ماحول میں ہو رہی ہے ... ویسے ہمیں اُمید تھی کہ فوج کے ساتھ تم خود بھی آؤ گے ... ایک طاقت ور دُور بین پہاڑ کی چوٹی پر نصب ہے ... اس میں سے جب سردار جاہ صاحب نے تمہیں دیکھا تو ان کا گویا خون کھول گیا ... کیونکہ یہ تم ہی ہو ... جس کی وجہ سے ہمیں یہ جنگ وقت سے پہلے لڑنا پڑ رہی ہے ...'' کریم خالد نے جلدی جلدی کہا۔

'' گویا تم جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' ہاں، لیکن ابھی نہیں ... دس سال بعد ... یا اس سے بھی کچھ زیادہ دیر بعد ... ہم پوری تیاریوں میں ہوتے ... حملہ آور اس وقت تم لوگ نہیں، ہم ہوتے ... خیر اب بھی کیا ہے ... بہت جلد یہ بات دنیا کو معلوم ہوجائے گی کہ ایک چھوٹے سے علاقے نے پورے ملک کی فوج کو نیچا مارا ... اس وقت تمہارے ملک کی فوج کی کس قدر بے عزتی ہوگی ... تم سوچ ہی سکتے ہو۔''

'' خیر، سوچ لیں گے ... تم یہ بتاؤ ... ہمارا راستہ کس سلسلے میں روکا گیا ہے۔''

'' یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ... سردار جاہ تمہیں اپنے سامنے دیکھنا چاہتے ہیں۔''

'' لیکن ہمیں سامنے دیکھ کر وہ کیا کریں گے ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' اپنے انتقام کی آگ بجھائیں گے ... اپنی جیپ کو یہیں چھوڑ دو ... اب تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔''

'' اچھی بات ہے۔''

وہ ان کے گھیرے میں واپس مڑے اور پھر سڑک سے اُتر کر جنگل میں داخل ہوگئے ... پہاڑی علاقے کے درخت عجیب سے تھے ... وہ ان کے درمیان سے گزرنے لگے۔

'' سردار جاہ ابھی تک حیران ہیں ... آخر تم لوگوں نے سلاخیں کس طرح کاٹ ڈالی تھیں۔''

'' جادو کے ذریعے ... ہمارے پاس دراصل کالا علم ہے اور اس کالے علم کے ذریعے ہم باہر نکلے تھے ... اب آپ کہیں تو یہاں بھی کالا علم چلا دیں ... ویسے یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے ... جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے ...'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

'' تمہاری آواز بھی کسی زہریلے جادو سے کم نہیں ...'' کریم خالد

نے بھنا کر کہا۔

'' جی ہاں، زبان کا زہر ایک ایسا زہر ہے جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا۔''

'' تم خاموشی سے راستہ طے نہیں کر سکتے۔''

'' کیوں نہیں ... لیکن پھر خاموشی اپنا زہر گھولنے لگے گی ...'' فاروق مسکرایا۔

'' اچھا جملہ کہا فاروق ...'' انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے۔

'' مسٹر کریم خالد ... کیا آپ ہمیں پہاڑ کی چوٹی پر لے کر جائیں گے، کیونکہ بقول آپ کے، آپ کے سردار جاہ اس وقت چوٹی پر ہیں۔''

'' نہیں ... سردار جاہ تو فوج کی آمد کا نظارہ کرنے اوپر گئے تھے... اب تک اپنے محل میں آچکے ہوں گے ... تم لوگوں سے محل میں ہی ملاقات کریں گے۔''

'' چلو یہ بھی اچھا ہے ... ایک بار پھر ہم وہ شاندار محل دیکھ سکیں گے ... اب وہاں اسلحہ تو نہیں ہوگا۔''

'' کیوں نہیں ... ابھی تو بے شمار اسلحہ موجود ہے۔''

'' اور کیا وادیٔ مرجان کے لوگ جنگ کی تربیت لیے ہوئے ہیں؟''

'' ہاں ! ہمارے ہاں بچہ بچہ جنگی تربیت حاصل کرتا ہے ... تاکہ ضرورت پڑنے پر ہم سب اُٹھ کھڑے ہوں۔''

'' تم لوگ تو پہاڑوں پر چڑھ گئے ہو ... وادی کی حفاظت کیسے ہوگی؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

'' وادی کی حفاظت کے لیے بھی بے شمار لوگ نیچے موجود ہیں، بھی دیکھ ہی لو گے ... اور پھر ...'' وہ کہتے کہتے رُک گیا۔

'' اور پھر کیا؟'' محمود نے چونک کر پوچھا۔

'' اور پھر کچھ نہیں ... ساری باتیں بتانے والی نہیں ہوتیں ...'' وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

'' تمہارے خیال میں یہ جنگ کتنے دن جاری رہ سکے گی ؟'' فرزانہ نے پوچھا۔

'' ایک طویل جنگ ہوگی ... جس میں تمہاری فوج کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا ... یہاں تک کہ اسے پیچھے ہٹانا پڑے گا ... ہمارا بہت ہی کم نقصان ہوگا۔''

'' لیکن اگر ... ہم نے لڑاکا طیاروں کے ذریعے پہاڑوں پر بم باری شروع کر دی تو اس صورت میں تم کیا کرو گے؟''

'' تمہارے لڑاکا طیارے مار گرائے جائیں گے۔''

'' گویا پہاڑوں پر طیارہ شکن توپیں بھی نصب کر دی گئی ہیں ...'' محمود بولا۔

'' ہاں ... یہ بات بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی ...'' اس نے کہا۔

'' اس کے علاوہ کیا؟ ''

'' میں نے کہا نا ... ساری باتیں بتانے والی نہیں ہوتیں۔ ''

'' ہوں ... یہ بھی ٹھیک ہے ... اچھا خیر تم یہ تو۔ ''

محمود کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت ایک چیخ فضا میں گونجی تھی ... چیخ بہت لرزہ خیز تھی، وہ تھرا اُٹھے ... بوکھلا کر اس سمت میں دیکھا، لیکن وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔

☆☆☆☆☆

ہیلی کاپٹر میں

'' اُف خدا ... یہ اس قدر خوفناک، لرزہ خیز اور بھیانک چیخ کس کی تھی ... فاروق نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

'' فوراً سب لوگ نیچے لیٹ جائیں ... مجھے سازش کی بو محسوس ہو رہی ہے ... چلو ... تم لوگ بھی لیٹو ... '' کریم خالد نے غرا کر کہا۔

'' سازش کی بو یہاں کہاں ... '' فاروق بوکھلا کر بولا۔

'' خاموش رہو ... ورنہ ہمیشہ کے لیے خاموش کردیے جاؤ گے ... '' اس نے جھنجلائی ہوئی آواز میں کہا۔

'' یہ ... یہ کیسے ممکن ہے ... '' فرزانہ حیران ہو کر بولی۔

'' کیا کیسے ممکن ہے ... '' کریم خالد حیران ہو کر بولا۔

'' یہ کہ اس کی زبان ... '' فرزانہ نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

اس وقت تک وہ افراتفری کے عالم میں لیٹنا شروع کر چکے تھے، ایسے میں کریم خالد کا ایک ساتھی زور سے اچھل پڑا ... اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ گر کر بُری طرح تڑپنے لگا ... اس کے پیٹ سے

خون کا فوارا اُبلتا نظر آیا۔

وہ سب کے سب دہشت زدہ ہوگئے۔

'' یہ ... یہ کیسے ہوا؟ '' کریم خالد ہکلایا۔

'' ک ... کالے علم کے ذریعے ...'' فاروق ہکلایا۔

'' بکواس مت کرو ... آس پاس ضرور کوئی دشمن موجود ہے اور وہ ان لوگوں کی مدد کرنا چاہتا ہے ... چاروں طرف فائرنگ شروع کر دو ... اندھا دھند فائرنگ ... اور اگر وہ نظر آجائے تو اسے بھون ڈالو ...'' کریم خالد نے غرائی ہوئی آواز میں حکم دیا۔

'' یہ تو کافی لمبا پروگرام ہے ... ہم تو پھر چلتے ہیں ...'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

'' خبردار ... تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے ... ورنہ چھلنی کر دیے جاؤ گے۔''

تڑا تڑا گولیاں برسنے لگیں ... چاروں طرف فائرنگ کی جارہی تھی۔

'' باقاعدہ جنگ تو جب ہوگی ... ہوگی ... پہلے تو یہ جنگ ملاحظہ فرمائیں ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' یار تم برستی گولیوں میں بھی خاموش نہیں رہ سکتے ...'' محمود نے بھنا کر کہا۔

'' برستی گولیوں میں تو باتیں کرنے کا اصل لطف ہے۔''

'' اچھا بھائی ... تم لطف اٹھاؤ ... کہیں موقع نکل نہ جائے ...'' فرزانہ جل کر بولی۔

'' ویسے یہ اچانک ہو کیا گیا ... میری سمجھ میں آیا نہیں۔''

عین اسی وقت کریم خالد کا ایک اور ساتھی چیخ اُٹھا ... اس کے پیٹ سے بھی خون بہہ نکلا ... یہ شخص انسپکٹر جمشید کے قریب ہی تڑپنے لگا... یہاں تک کہ ساکت ہوگیا۔

'' اُف یہ کیا ہو رہا ہے؟ '' کریم خالد ہکلایا۔

'' جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے ...'' فاروق بھلا چپ رہنے والا تھا۔

عین اسی وقت ایک گولی کریم خالد کی پیشانی میں لگی، وہ تیورا کر گرا اور چند سیکنڈ میں ہی ساکت ہوگیا۔

'' اوہو ... میں نے ان لوگوں کی جھلک دیکھ لی ... وہ اس چٹان کے پیچھے ہیں ...'' انسپکٹر جمشید چلا اُٹھے۔

بس پھر کیا تھا ... کریم خالد کے ساتھ اندھا دھند اس چٹان کی طرف دوڑ پڑے۔

'' جلد کرو ... مرنے والوں کے پستول اپنے قبضے میں کر لو ... میں پتھروں سے کام چلاؤں گا۔''

'' لیکن ابا جان ... وہ تو چٹان کے پیچھے موجود حملہ آوروں سے نبٹنے گئے ہیں۔''

''وہاں کوئی نہیں ہے ...'' وہ بولے۔

''جی کیا مطلب!''

''نہ وہاں کوئی ہے ... اور نہ ادھر کوئی چیخا تھا ... دونوں چیخیں تو دراصل میرے منہ سے نکلی تھیں ... اور میں نے محمود کا چاقو چلایا تھا۔''

''اوہ!''

اسی وقت انہوں نے کریم خالد کے ساتھیوں کو واپس پلٹتے دیکھا... اس وقت تک وہ پستول سنبھال چکے تھے ... دشمن تاؤ میں آ کر اندھا دھند ان کی طرف جو بڑھا تو انہوں نے ٹھیک ان کے سینوں کے نشانے لے کر فائر کر ڈالے اور کرتے چلے گئے ... وہ گرے اور تڑپنے لگے ... محفوظ رہ جانے والوں نے ان پر تابڑ توڑ فائرنگ کر دی، لیکن اس وقت تک وہ اوٹ لے چکے تھے، ایسے میں انسپکٹر جمشید نے پتھروں کی بارش شروع کردی ... کریم خالد کے کئی ساتھی ان پتھروں کی لپیٹ میں آ گئے، لیکن ان میں سے اب بھی پانچ چھ باقی تھے ... اوٹ لینے کے ساتھ ہی ان کی طرف سے بھی فائرنگ شروع ہوگئی۔

''کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں ... اب یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

ابھی ان کے الفاظ منہ میں ہی تھے کہ کوئی چیز ان پر گری، وہ اپنے پیروں پر کھڑے نہ رہ سکے اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئے۔

☆☆☆

ہوش آیا تو سردار جاہ کے دربار میں موجود تھے ... سردار جاہ اپنے شاہانہ تخت پر بیٹھا تھا ... اس کی آنکھوں میں طنز بھری مسکراہٹ کھیل رہی تھی:

''میں نے تمہیں پکڑوا ہی لیا نا ...'' اس نے انہیں ہوش میں آتے دیکھ کر کہا۔

''ہوں ... کوئی بات نہیں، ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے ...'' انسپکٹر جمشید اُداس انداز میں مسکرائے۔

''لیکن اب تمہارے ساتھ جو ہوگا ... کبھی نہیں ہوا ہوگا ...''

''ہاں! ہو سکتا ہے۔''

''ہمارے سروں پر کیا چیز گری تھی ابا جان؟'' فرزانہ بول اُٹھی۔

''سنگ ریزوں کی بارش کی گئی تھی ... ان کے بہت سے ساتھی پیچھے بھی موجود تھے ... ہم ان سے بالکل بے خبر تھے ... جب انہوں نے دیکھا ... ہماری گرفتاری اب مشکل ہوگئی ہے تو وہ سنگ ریزوں کو کام میں لے آئے ... شاید انہوں نے پہلے ہی ان کا بندوبست کر رکھا تھا۔''

''ہم نے ان پہاڑوں میں سنگ ریزے پھینکنے والی مشینیں فٹ کر رکھی ہیں ... وقت پڑنے پر ان سے کام لے لیا جاتا ہے ...'' سردار جاہ نے کہا۔

''اوہ ... تو یہ بات تھی ...'' انسپکٹر جمشید چونک اُٹھے۔

''ہاں ... یہی بات تھی ... جو جنگ ہم آج سے بیس، تیس یا

پچاس سال بعد لڑتے، وہ جنگ تم لوگوں نے ہمیں آج لڑنے پر مجبور کردیا ہے، لیکن خیر ... یہ جنگ اب بھی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی ... ہم تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گے۔''

'' یہ بات تو میں اسلحے کا ذخیرہ دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا ...'' انہوں نے کہا۔

'' لیکن ابھی تمہارے فوجی اس بات کو نہیں سمجھتے ... ابھی وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ انہوں نے عام شہریوں کے ایک قصبے کو گھیرے میں لیا ہے ... جسے وہ چند منٹوں میں بھون ڈالیں گے۔''

'' نہیں ... اب وہ ایسا نہیں سمجھتے ... تم لوگوں کو پہاڑوں پر مورچے سنبھالے دیکھ کر وہ جان گئے ہیں کہ حالات کیا ہیں ... اور انہیں ایک آسان جنگ درپیش نہیں ہے ... اس کے باوجود انہیں لڑنا ہوگا ... کیونکہ بقول تمہارے ... یہ جنگ اگر وہ آج نہیں کریں گے تو بیس، تیس یا پچاس سال بعد بھی تو لڑنا ہی ہوگی ... تو کیوں نہ آج ہی لڑی جائے۔''

'' ابھی جنگ کی ابتدا نہیں ہوئی ... میں نے ابتدا عجیب انداز سے کرنے کا پروگرام بنایا ہے ...'' سردار جاہ نے کہا۔

'' اچھا، ذرا ہم بھی تو سنیں۔''

'' تم چاروں کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جایا جائے گا ... تمہاری فوج کو بتایا جائے گا کہ چوٹی پر کون ہے ... انہیں یہ بھی بتایا جائے گا کہ یہ

جنگ صرف اور صرف تم لوگوں کی وجہ سے لڑنا پڑ رہی ہے ... لہٰذا سزا بھی تم لوگوں کو ہی ملے گی ... اس کے بعد تم لوگوں کو پہاڑ کی چوٹی سے دھکا دے دیا جائے گا اور تمہاری ہڈیاں سرمہ بن جائیں گی ... تم اس جنگ کا انجام دیکھنے کے لیے زندہ نہیں بچو گے۔''

'' اللہ مالک ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' تم یہ سن کر خوف زدہ نہیں ہوئے۔''

'' نہیں ... کیا کریں گے خوف زدہ ہو کر ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' ابھی معلوم ہو جاتا ہے ... لے چلو ان لوگوں کو چوٹی کی طرف اور ہاں ... یہ کوئی شرارت نہ کر جائیں ... بہت تیز طرار ہیں ... میں انہیں ہر حال میں چوٹی پر دیکھنا چاہتا ہوں۔''

'' آپ فکر نہ کریں سردار جاہ صاحب ... اب یہ لوگ فرار نہیں ہو سکیں گے ...'' ایک نگران بولا۔

ساتھ ہی نگرانوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا ... ان سب کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اور تلواروں کی نوکیں ان کے جسموں کو چھو رہی تھیں، اسی حالت میں انہیں باہر لایا گیا ... محل سے باہر ایک ہیلی کاپٹر تیار کھڑا تھا۔

'' چلو بیٹھو ...'' نگرانوں کے انچارج نے غرا کر کہا۔

'' یہ کیا ... یہ تو ہیلی کاپٹر ہے ...'' فاروق حیران ہو کر بولا۔

'' تو اور کیا ... تمہیں ہاتھی پر بٹھا کر چوٹی تک لے جائیں ...'' وہ بھنا اُٹھا۔

'' اچھا بھئی لے چلو جس طرح لے جاسکتے ہو ...'' محمود بے چارگی کے عالم میں بولا۔

وہ ایک ایک کر کے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے ... یہ بہت بڑا تھا اور کافی لوگ اس میں سما سکتے تھے ... ہیلی کاپٹر میں بھی انہیں تلواروں کی نوکوں پر رکھا گیا ... پھر وہ اوپر اٹھنے لگے ... ان کے ذہن تیزی سے کام کر رہے تھے ... چوٹی پر اترنے سے پہلے پہلے انہیں بچت کا کوئی راستہ تلاش کرنا تھا ... چوٹی پر اُترنے کے بعد امکانات بہت کم رہ جاتے۔

'' اب کیا کیا جائے ابا جان ...'' فاروق نے نگرانوں کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

'' کرنا کرانا کیا ہے ... آن بان سے چوٹی پر اتریں گے اور ملک اور قوم پر قربان ہوجائیں گے ...'' وہ بولے۔

'' لیکن اس طرح تو سردار جاہ کی خواہش پوری ہوجائے گی ... جب کہ میں یہ چاہتا ہوں، وہ بری طرح ناکام ہوجائے اور پیچ و تاب کھاتا نظر آئے۔''

'' تو ٹھیک ہے ... ہوجائے گا ناکام ...'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

'' شاید تمہارے ابا جان کا دماغ چل گیا ہے۔''

'' نہیں تو ... ہیلی تو ہیلی کاپٹر رہا ہے ... بلکہ یہ بھی اُڑ رہا ہے۔'' فاروق بولا۔

'' یہ شوخی تھوڑی دیر کی بات ہے ... ابھی چند منٹ بعد تم لوگ چوٹی پر اُتر رہے ہو گے۔''

'' اور یہ ہیلی کاپٹر تم لوگوں کو کہاں سے ملا؟''

'' جو لوگ اسلحہ دے سکتے ہیں ... کیا ہیلی کاپٹر نہیں دے سکتے۔''

'' گویا تمہارا مذہب ان لوگوں کا چلایا ہوا بس ایک چکر ہے۔''

'' اب تم سے کیا چھپانا ... بات یہی ہے ...'' اس نے کہا۔

'' اور تم نے کتنے سادہ لوح لوگوں کو بدظن کر رکھا ہے۔''

'' ابھی کیا ہے ... یہ مذہب تو پورے ملک میں پھیل کر رہے گا اور حکومت ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔''

'' اللہ اپنا رحم فرمائے ... بہت خطرناک ارادے ہیں تم لوگوں کے تو ... بھئی ایسا بھی کیا ...'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

ہیلی کاپٹر اب فضا میں پوری طرح بلند ہوچکا تھا ... پھر وہ پہاڑوں سے بھی اونچا ہوگیا ... پہلے ایک سمت میں بڑھتا رہا، پھر نیچے اترنے لگا... انہوں نے نیچے دیکھا ... چوٹی پر کھڑے لوگ سر اوپر اٹھا کر ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے ... اور پرجوش انداز میں ہاتھ لہرا رہے تھے۔

'' کس قدر بے چین ہیں یہ لوگ تم لوگوں کو چوٹی پر دیکھنے کے لیے ...'' انچارج مسکرایا۔

’’تب تو آپ کو ہمیں پہلے ہی لے آنا چاہیے تھا۔‘‘

’’کیا خاک لے آتے ... تم لوگ ہوش میں آنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔‘‘

’’تو سنگ ریزوں کے ذریعے بے ہوش کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی ...‘‘ فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

’’اچھا خاموش رہو، کان نہ کھاؤ ... کیا تمہارے علاوہ کسی کو بولنا نہیں آتا۔‘‘

’’اس کے ہوتے ہماری کیا دال گلے گی ...‘‘ محمود نے مایوسانہ انداز میں کندھے اچکائے۔

’’ہم اب چوٹی تک پہنچنے ہی والے ہیں ... ہیلی کاپٹر فضا میں ٹھہرے گا ... رسی کی سیڑھی نیچے لٹکائی جائے گی، پھر تم لوگ باری باری اترو گے ... اس پروگرام میں اگر تم میں سے کسی نے رخنہ اندازی کرنے کی کوشش کی تو ...‘‘ انچارج کہتے کہتے رُک گیا۔

’’تو کیا مسٹر انچارج ... تم رُک کیوں گئے ...‘‘ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

’’تو ... تو تمہارا کام ہیلی کاپٹر میں ہی ختم کردیا جائے گا ...‘‘ اس نے جلدی سے کہا۔

’’ارے نہیں ... تم ایسا نہیں کرسکو گے ... کیوں جھوٹ بول رہے ہو ...‘‘ انسپکٹر جمشید نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

’’کیا مطلب ... ہم ایسا نہیں کرسکیں گے ...‘‘ انچارج بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

’’ہاں، کیونکہ تمہارے سردار صاحب ہمیں چوٹی پر دیکھنا چاہتے ہیں، پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ تم ہمیں ہیلی کاپٹر میں ہی ختم کردو ... کیا تم اپنے سردار جاہ کا حکم نہیں مانو گے۔‘‘

انچارج انہیں گھور کر رہ گیا ... اسی وقت پائلٹ کی آواز سنائی دی:

’’اب ہم چوٹی سے صرف بیس گز اوپر ہیں ... سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے ... جلد از جلد اُترنے کی کوشش کریں۔‘‘

’’اب کیا کریں ...‘‘ انچارج نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

’’کیا کریں ... کیا مطلب ... ان لوگوں کو چوٹی پر اتار دو ... اور کیا کرنا ہے ...‘‘ پائلٹ بولا۔

’’ٹھیک ہے ... چلو اب تم سیڑھی کے ذریعے نیچے اتر جاؤ ...‘‘ انچارج نے کہا، اس کے ساتھ چار آدمی اور تھے ... گویا ان کے علاوہ پائلٹ سمیت چھ آدمی تھے ... سب کے پاس اگر ننگی تلواریں نہ ہوتیں تو اس وقت تک وہ ان سے نبٹ چکے ہوتے۔

’’بھئی ہمارے تو ہاتھوں پیروں کی نکل چکی ہے جان ... بہتر یہ ہوگا کہ تم خود ہی ہمیں باری باری اٹھا کر رسی کی سیڑھی تک پہنچا دو ...‘‘ انسپکٹر جمشید نے تجویز پیش کی۔

"مم ... میں پہلے ہی محسوس کر چکا ہوں ... تم لوگ سیدھی طرح نہیں اترو گے ... خیر یونہی سہی ... چلو ... دو ساتھی مل کر انسپکٹر جمشید کو اٹھاؤ ..." اس نے تنگ آ کر کہا۔

"دو کم رہیں گے بھئی ... میرے لیے کم از کم چار آدمی تو ہونے چاہئیں ... ہاں ان کے لیے دو دو ٹھیک رہیں گے۔"

ان میں سے دو ان کی طرف بڑھے ... تلواریں انہیں رکھنا پڑیں... انہوں نے ان کی بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔

"بھئی گدگدیاں تو نہ کرو ..." انہوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

ادھر وہ دونوں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تو انچارج نے کہا:

"کیا کر رہے ہو ... تم دو آدمیوں سے یہ ایک پتلا دبلا آدمی نہیں اُٹھ رہا۔"

"نہیں جناب ... انہیں اٹھانا آسان کام نہیں۔"

"چلو ... تم ان کی مدد کرو ..." اس نے غرا کر تیسرے سے کہا، اس نے بھی تلوار رکھیا ور ان کے ساتھ شامل ہوگیا، لیکن وہ تینوں بھی نہ اُٹھا سکے۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا ... میرے لیے کم از کم چار آدمی کافی ہوں گے ..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"چلو دیکھا جائے گا ... ان لوگوں کو بہرحال چوٹی پر اتارنا ہے،

وہ بھی زندہ صورت میں ... تم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ ... میرے ہاتھ میں ایک تلوار ان سب کے لیے کافی ہے۔"

"جی بہتر ..." چوتھے نے کہا اور اپنی تلوار رکھ کر ان کی طرف بڑھا ... اب چاروں نے مل کر زور لگایا ... انسپکٹر جمشید کو اپنے قدم اکھڑتے محسوس ہوئے ... انہوں نے فوراً اپنے بازوؤں کو حرکت دی اور دوسرے ہی لمحے ان چاروں کی گردنیں ان کے بازوؤں کی گرفت میں آ گئیں ... یہ دیکھ کر انچارج بوکھلا اٹھا ... اس کی بوکھلاہٹ نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو موقع دیا ... وہ لپکے اور ایک ایک تلوار اٹھا لی ... وہ چونک کر ان کی مڑا اور تلواریں ان کے ہاتھوں میں دیکھ کر حیران رہ گیا:

"تت ... تم ... تم تلوار چلانا کیا جانو۔"

"تلوار چلانا تو ہم نے پستول چلانے سے بھی پہلے سیکھا تھا ..." فاروق چہکا۔

"میں تمہیں ایک منٹ میں ٹھکانے لگا دوں گا ..." یہ کہہ کر وہ تلوار لہراتا ان کی طرف بڑھا۔

"لیکن اس صورت میں سردار جاہ کو کیا جواب دو گے ..." محمود بولا۔

"پروا نہیں ... یہ اس سے تو بہتر ہوگا کہ تم لوگ فرار ہو جاؤ۔"

"چلو تو پھر آؤ۔"

محمود، فاروق اور فرزانہ واقعی تلوار بازی نہیں جانتے تھے ... بس اُلٹے سیدھے ہاتھ چلا لیتے تھے ... لیکن پھر بھی وہ تین تھے ... جگہ تنگ تھی ... اس لیے مہارت تو انچارج بھی نہیں دکھا سکتا تھا، وہ ہڑبڑا کر تین طرف ہوگئے ... انچارج نے جو تلوار گھمائی تو انہوں نے ایک ساتھ تلواریں اٹھائیں ... تلواروں کے ٹکرانے کی جھنکار پیدا ہوئی ... ساتھ ہی پائلٹ نے جھنجلا کر کہا:

"اوہو ... تم نے یہ کیا مصیبت مول لے لی ہے۔"

"کیا کیا جائے ... تم ہی بتاؤ ... سردار جاہ کو اپنا پروگرام ان لوگوں کو بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی ..." اس نے تلملا کر کہا۔

"اب جلد از جلد ان کا کام تمام کرو ... مجھے تو ابھی جا کر سردار جاہ صاحب کو بھی لانا ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے اس کا یہ جملہ سنا اور ساتھ ہی انہوں نے بازوؤں پر پورا دباؤ ڈال دیا ... ان چاروں کے گلے گھٹنے لگے ... ایسے میں فرزانہ کی تلوار انچارج کی کمر میں جا گھسی ... اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی ... محمود نے تلوار لہرائی اور پائلٹ کے سر پر پہنچ گیا:

"خبردار ... تم اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گے۔"

"میں حرکت کرنے کے قابل ہوتا تو کب کا حرکت میں آچکا ہوگا ..." پائلٹ نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب!" وہ چونک کر بولا۔

"مجھے تلوار بازی بالکل نہیں آتی ... ہاں پستول چلا لیتا ہوں، لیکن اس وقت میرے پاس پستول بھی نہیں ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے ..." محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"اب تم ہیلی کاپٹر کو اوپر اٹھانا شروع کردو ... جلدی کرو، اگر تم نے ہماری ہدایات پر عمل نہ کیا تو زندہ نہیں بچو گے ..." انسپکٹر جمشید بولے ... اس وقت تک وہ ان چاروں کا گلا گھونٹ چکے تھے ... انچارج کی کمر سے خون اُبل رہا تھا۔

"اچھا ..." اس نے بوکھلا کر کہا اور ہیلی کاپٹر اٹھنے لگا۔

"کہاں چلنا ہے جناب ..." اس نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

"سردار جاہ کے محل ... تم نے ہی تو بتایا ہے ... سردار جاہ کو بھی لانا ہے ..."

"کک ... کیا مطلب۔"

"تم ہیلی کاپٹر معمول کے مطابق محل کے سامنے اتارو گے ... سردار جاہ پروگرام کے مطابق ہیلی کاپٹر پر سوار ہوں گے ... اور ہیلی کاپٹر اوپر اٹھے گا ... اس کے بعد تم ہیلی کاپٹر کو چوٹی کی طرف لے جانے کی بجائے ... اس طرف لے جاؤ گے ... جس طرف ہماری فوج موجود ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لیکن ابا جان ... یہ کھیل بہت خطرناک بھی ہوسکتا ہے ... ہوسکتا

ہے سردار جاہ کو یہ اطلاع مل جائے کہ ہمیں چوٹی پر نہیں اُتارا جا سکا۔''

'' ہاں، اس میں خطرہ بہت ہے ... لیکن یہ بھی تو سوچو ... اگر سردار جاہ ہمارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو ہم یہ جنگ کتنی آسانی سے جیت جائیں گے ... ملک اور قوم کتنے بڑے جانی اور مالی نقصان سے بچ جائے گی ... دوسری صورت میں صرف ہماری جانیں خطرے میں پڑیں گی... اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔''

'' ہوں ... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ابا جان ...'' محمود نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

اور ہیلی کاپٹر محل کی طرف پرواز کرنے لگا ... چند منٹ بعد ہیلی کاپٹر اترنے لگا:

'' مسٹر پائلٹ ... ہمارے ساتھ چاہے کچھ بھی ہو ... گڑ بڑ کی صورت میں ہم تمہیں ضرور موت کے گھاٹ اتار دیں گے، لہٰذا ... بہتر یہی ہے کہ کوئی اشارہ و شارہ نہ دینا ...'' انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

'' جج ... جی بہتر۔''

'' یہاں اتر کر تمہیں تو کچھ نہیں کرنا تھا؟''

'' نہیں ... پروگرام طے تھا ... سردار جاہ خود ہی محل سے باہر آئیں گے اور ہیلی کاپٹر پر سوار ہو جائیں گے ... ان کے خادموں نے انہیں اطلاع دے دی ہوگی کہ ہیلی کاپٹر آ گیا ہے۔''

'' ٹھیک ہے ... پھر تو تم آرام سے بیٹھے رہو۔''

وہ انتظار کرنے لگے ... دل دھک دھک کر رہے تھے ... کیونکہ چند منٹ کے اندر اندر یہ فیصلہ ہونا تھا کہ وہ خطرے میں ہیں یا نہیں اور ہونے والی جنگ کس حد تک خطرناک ثابت ہو گی۔

'' نہ جانے کیا بات ہے ... میرا دل بیٹھا جا رہا ہے ...'' فرزانہ بڑبڑائی۔

'' تو اپنے دل کو سمجھاؤ نا ... یہ کوئی بیٹھے جانے کی جگہ ہے ...'' محمود بولا۔

'' فرزانہ تم بلاوجہ ڈر رہی ہو ... اگر سردار جاہ کو ہمارے چوٹی پر نہ اترنے کی اطلاع مل چکی ہوتی تو اس وقت تک ہیلی کاپٹر گھیرے میں لیا جا چکا ہوتا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' خدا کرے، ایسا ہی ہو۔''

عین اسی وقت محل کا دروازہ کھلا اور سردار جاہ بڑے طم طراق سے باہر نکلا ... خادم دو طرف کھڑے ہو گئے تھے، وہ ان کے درمیان سے گزر کر ہیلی کاپٹر کی طرف آیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا ... اس کے ساتھ اور کوئی نہیں آ رہا تھا ... اب تو ان کے دل بلیوں اُچھلنے لگے، وہ تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ وہ بیٹھے بٹھائے اتنا بڑا میدان مار لیں گے ... اور یہ سب سردار جاہ کی وجہ سے ہوا ... نہ وہ انہیں گرفتار کرنے کا پروگرام بناتا اور نہ اسے یہ وقت دیکھنا پڑتا اندھے شیشے میں

سے وہ اسے آتا دیکھتے رہے۔

آخر سردار جاہ دروازے تک پہنچ گیا ... پائلٹ نے ایک بٹن دبایا اور دروازہ کھل گیا ... وہ پہلے ہی دروازے کے دائیں اور بائیں لگ کر کھڑے ہوچکے تھے ... ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔

"وہ لوگ چوٹی پر اتار دیے گئے ..." اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے کہا اور پھر زور سے اُچھلا۔

بیک وقت تین تلواروں کی نوکیں اُس کے سینے سے آ لگیں۔

☆☆☆☆☆

پروگرام باقی ہے

"یہ ... یہ کیا بھئی ... جیکو ... یہ سب کیا ہے ..." اس نے پائلٹ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"حالات کی باگ ڈور اب ان کے ہاتھوں میں ہے سردار جاہ صاحب میرے سر پر بھی تلوار لٹک رہی ہے ..." اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا ... محمود اس کے سر پر موجود تھا۔

"لل ... لیکن یہ ہوا کیسے؟"

"یہ لوگ انہیں چوٹی پر نہیں اُتار سکے ... یہ ہیلی کاپٹر میں اڑ گئے تھے، کیوں کہ انہوں نے آپ کا حکم اپنے کانوں سے سنا تھا کہ آپ انہیں زندہ سلامت چوٹی پر کھڑے دیکھنا چاہتے ہیں ... تا کہ وہاں سے انہیں دھکا دیا جاسکے۔"

"بے وقوفو ... اگر یہ لوگ اڑ گئے تھے تو انہیں ختم تو کیا جا سکتا تھا ..." سردار جاہ نے چلّا کر کہا۔

"یہ ان لوگوں سے پوچھیے ..." اس نے کندھے اچکائے۔

''ان سے کیا پوچھوں ... یہ تو شاید مر چکے ہیں ... خیر دیکھا جائے گا ... انسپکٹر جمشید ... اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟''

''پُرامن پروگرام ...'' وہ مسکرائے۔

ہیلی کاپٹر لحہ بہ لحہ بلند ہو رہا تھا ... پہاڑوں پر موجود سردار جاہ کے آدمی اسے دیکھ کر پُرجوش انداز میں ہاتھ ہلا رہے تھے، انہیں سردار جاہ کے پروگرام کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہیں سردار جاہ ہیلی کاپٹر میں کس پوزیشن میں ہے ... لہٰذا وہ ہاتھ ہلا رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر پہاڑوں سے بھی بلند ہوگیا اور پھر ان کی فوجی کی طرف چلا۔

''ابا جان ... کہیں ہمارے فوجی ہیلی کاپٹر پر فائرنگ نہ کردیں...'' محمود بولا۔

''نہیں ... وہ پہل نہیں کریں گے ... میں رومال لہرانا شروع کرتا ہوں ... تم اس کا پوری طرح خیال رکھنا۔''

''فکر نہ کریں ... یہ بے چارہ اب حرکت بھی نہیں کرسکتا ...'' فاروق نے کہا۔

انہوں نے رومال نکالا ... دروازہ تھوڑا سا کھولا اور ہاتھ باہر نکال دیا ... رومال زور شور سے پھڑ پھڑانے لگا ... اتفاق سے ان کا رومال سفید رنگ کا تھا ... اور سفید کپڑا امن کا نشان سمجھا جات اہے۔

''آہستہ آہستہ ... نیچے اُترو ... نیچے سے اگر وارننگ دی جائے تو رُک جانا ...'' انسپکٹر جمشید نے پائلٹ کو ہدایات دیں۔

''جی اچھا۔''

''جی اچھا ... جینگو ... تم ان کے لیے ادب کا لہجہ استعمال کر رہے ہو ... تمہیں اس غداری کی سزا ضرور ملے گی۔''

''لیکن جناب ... میں کیا کرسکتا ہوں ... اس وقت جس حالت میں آپ ہیں، اسی میں میں ہوں ... آپ بھی تو ان کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے۔''

''اچھا ... بکواس مت کرو۔''

''جی بہتر ...'' اس نے کہا اور ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے۔

اچانک نیچے سے لاؤڈ اسپیکر پر آواز اُبھری:

''خبردار ... ہیلی کاپٹر ہماری زد پر ہے ... اگر سفید رومال نہ لہرایا جاتا تو اس وقت تک ہم اسے گرا چکے تھے ... تم لوگ کس نیت سے آئے ہو۔''

''ٹھیک نیت سے ...'' انسپکٹر جمشید پوری قوت سے چلائے۔

''ارے ... یہ آواز تو انسپکٹر جمشید کی ہے ...'' خان رحمان کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

''ہاں، خان رحمان ... یہ میں ہوں ... ہیلی کاپٹر کو نیچے اُترنے دیا جائے۔''

"لیکن ... یہ کوئی چال بھی ہوسکتی ہے ..." خان رحمان بولے۔

"ہاں ... چال بھی ہوسکتی ہے ، لیکن میری آواز سننے کے بعد تمہیں چاہیے ... فوراً ہیلی کاپٹر کو نیچے اترنے کی اجازت دے دو۔" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"اچھا خیر ...تم نیچے آسکتے ہو۔"

جونہی ہیلی کاپٹر نیچے لگا ... طیارہ شکن توپوں کے رُخ اس کی طرف ہوگئے، لیکن پھر انسپکٹر جمشید کو مسکراتے ہوئے باہر نکلتے دیکھ کر توپوں کے رُخ بدل گئے ... خان رحمان اور دوسرے فوجی سربراہ حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف لپکے:

"اُف جمشید ... یہ سب کیا ہے ...تم ...تم تو واپس چلے گئے تھے۔"

"ہاں ... واپس جارہے تھے کہ راستے میں سردار جاہ کے آدمیوں نے گھیر لیا، ان سے ایک جھڑپ ہوئی ...لیکن ہمیں گرفتار کرلیا گیا ... محل میں سردار جاہ کے سامنے پیش کیا گیا ... اس نے ہمیں اس ہیلی کاپٹر میں پاہڑ کی چوٹی پر بھیجا ... اس کا پروگرام تھا کہ چوٹی پر سے ہمیں دھکا دیا جائے گا ... کیونکہ یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہورہا تھا ... ہم ہیلی کاپٹر میں موجود نگرانوں سے ٹکرا گئے ... اور ان پر قابو پا لیا ... ہمیں چوٹی پر اتارنے کے بعد سردار جاہ کو بھی محل سے ہیلی کاپٹر پر آنا تھا ... چنانچہ ہم ہیلی کاپٹر واپس لے گئے اور سردار جاہ کو ساتھ لے آئے ... اب وہ ایک

قیدی کی صورت میں ہمارے ساتھ ہے۔"

"کیا ...نہیں ..." کئی آوازیں ابھریں ... انداز چیخنے کا تھا۔

"چلو بھئی ... فاروق ... فرزانہ اور محمود ... تم ان دونوں کو نیچے لے آؤ ..." انہوں نے کہا۔

جلد ہی سردار جاہ اور پائلٹ ہاتھ اوپر اٹھائے اترتے نظر آئے... سردار جاہ کو دیکھ کر وہاں موجود سب لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ... لاشوں یا زخمیو کو بھی اتار لیا گیا۔

"یہ ... یہ تو جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا ..." ایک فوجی سربراہ نے کانپتی آواز میں کہا۔

"یہ سب خدا کی مہربانی ہے ... آپ لوگ اب دشمن سے بات چیت شروع کردیں ... انہیں بتا دیں کہ ان کا لیڈر ہمارے قبضے میں ہے۔"

"ہاں، اب یہی کرنا ہوگا۔"

لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعے بات چیت کا انتظام کیا گیا ... پھر فوجی سربراہ کی آواز فضا میں منتشر ہونے لگی:

"وادیٔ مرجان کے لوگو ... تمہارا لیڈر سردار جاہ اس وقت ہمارے قبضے میں ہے ... اب تم کہو ... کیا پروگرام ہے ... جنگ کرو گے یا ہتھیار ڈالنا پسند کرو گے۔"

دوسری طرف خاموشی رہی ... شاید انہیں کوئی جواب نہیں سوجھ رہا

تھا... آخر ادھر سے پھر کہا گیا:

"تم جواب کیوں نہیں دیتے ... بات چیت تو تمہیں کرنا ہی ہو گی۔"

"سردار جاہ صاحب سے ہماری بات کرائی جائے ..." آخر جواب ملا۔

"ہاں ... کیوں نہیں ... ضرور۔"

سردار جاہ کو مائک کے سامنے لایا گیا، اس کا چہرہ برسوں کا بیمار نظر آ رہا تھا ... رنگ زرد پڑ گیا تھا ... آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں ... اس کی حالت دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔

"وادیٔ مرجان کا سردار جاہ یہاں موجود ہے ... ان لوگوں کے قبضے میں ہے ... تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو ..." اس نے ہمت کر کے کہا۔

"کیا آپ ان کی قید میں ہیں؟"

"ہاں، یہ درست ہے۔"

"ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دو ... انہیں تہس نہس کر دو، میری پروا نہ کرو۔"

"بہت خوب ... ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے ... ہم ان کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔"

"سردار جاہ ... یہ تم نے اپنے لوگوں کو کیا حکم دیا ... اس کا کیا فائدہ۔"

"فائدہ ہو یا نقصان ... جب میں ہی نہیں بچوں گا تو میری طرف سے سب کچھ جائے جہنم میں۔"

"لیکن تم تو ان کے مذہبی رہنما ہو ... مذہبی رہنما تو اپنی قوم کو صرف بچانے کی کوشش کرتے ہیں ... نہ کہ خون خرابہ کرانے کی۔"

"میں کچھ نہیں جانتا ... میری قوم رہے یا مرے ... مجھے کوئی پروا نہیں ... میں جنگ ضرور کراؤں گا۔"

"وادیٔ مرجان کے لوگو ... تم نے لاؤڈ اسپیکر پر اپنے سردار جاہ کے الفاظ سنے ... اگر سن لیے ہیں تو اندازہ ہو ہی گیا ہوگا کہ یہ تم لوگوں کا کتنا ہمدرد ہے۔"

"ہاں، ہم الفاظ سن چکے ہیں۔"

سردار جاہ کو ایک دھچکا لگا ... فوجی سربراہ سے بات چیت کرتے ہوئے اسے آواز کم کرنے کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔

"پھر تم لوگوں نے کیا سوچا ہے۔"

"ہمیں آپس میں مشورہ کرنے کی مہلت دی جائے۔"

"ٹھیک ہے ... ہم آدھ گھنٹے بعد پھر بات کریں گے۔"

آدھ گھنٹے بعد پھر بات کی گئی تو وادیٔ مرجان کے کمانڈر نے کہا:

"ہم اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار ہیں کہ ہماری

زندگیوں کی ضمانت دی جائے۔''

'' تمہاری زندگیوں کی ضمانت ... اگر تم ایمان لے آؤ ... اور پکے سچے مسلمان بن جاؤ تو ضرور دی جاسکتی ہے، بصورتِ دیگر نہیں ... دوسری صورت میں تمہیں یہ ملک چھوڑنا ہوگا۔''

'' ٹھیک ہے ... ہم مسلمان ہوجائیں گے ... یا اس ملک کو چھوڑ دیں گے ... ہم ہتھیار ڈال رہے ہیں۔''

فوج نے کارروائی شروع کردی ... ادھر ان لوگوں کو اب یہاں رکنے کی ضرورت نہیں رہی تھی، لہٰذا وہ واپس روانہ ہوئے ... اب خان رحمان بھی ان کے ساتھ تھے۔

'' ابا جان ... مجھے تو ایسا لگ رہا ہے ... جیسے ہم نے کوئی خواب دیکھا ہے ...'' محمود کہہ رہا تھا۔

'' ہاں ... ہے تو یہی بات ہے ... ہم ایک اتنی خوفناک جنگ سے بال بال بچ گئے۔''

'' اُمید ہے ... اب یہ فتنہ کبھی سر نہیں اُٹھا سکے گا۔''

'' ہاں، خدا کا شکر ہے ... یہ ہمارے ملک کے لیے ایک ناسور تھا...'' خان رحمان بولے۔

'' ارے ... وہ پروگرام تو ہمارا درمیان میں ہی رہ گیا ...'' فاروق چونک کر بولا۔

'' کون سا پروگرام۔''

'' وہی ... جو بنا کر ہم وادیٔ مرجان آئے تھے۔''

'' دھت تیرے کی ... ابھی پروگرام باقی ہے ... اور یہ جو اتنا بڑا پروگرام ہوگیا ...'' محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

'' کتنا بڑا ...'' فاروق نے فوراً کہا ... انداز ایسا تھا کہ وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

☆....☆....☆....☆....☆